بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی ریاست کا دفاع

صوبیدار لطیف اللہ

اسلامی ریاست دوسری ریاستوں سے اس لحاظ سے منفرد و ممتاز حیثیت کی حامل ہوتی ہے کہ اس کی بنیاد ایسے نظریات اور عقائد و افکار پر استوار کی جاتی ہے جن سے غیر اسلامی ریاستیں مکمل طور پر محروم ہوتی ہیں۔ دراصل یہی افکار و خیالات اور نظریات و عقائد ایک اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست میں امتیاز کی علامت و نشانی کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ عقائد و نظریات اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں۔ پھر اس کلام مقدس کی تشریح و توضیح اللہ کے محبوب پیغمبر اور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے منشاء خداوندی کے مطابق اپنے قول و فعل اور اسوہ حسنہ کے ذریعے فرمائی۔ چنانچہ ایسی ریاست جو الہامی قوانین و احکام اور نظریات و عقائد کے بل بوتے پر معرض وجود میں آئی ہو۔ جس میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہو اور حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے نمائندے ہوں۔ جس کے آئین کی رو سے صرف ایک اللہ جل شانہ کی حاکمیت کو قول و فعل سے تسلیم کرنا اور غیر اللہ کے قوانین، احکام یا حاکمیت اعلیٰ کا بطلان اور رد کرنا ضروری ہو، اسلامی ریاست کہلانے کی مستحق ٹھہرتی ہے۔

الہامی قوانین اور خدائی ہدایات سے محروم و عاری ریاستیں اپنے نصب العین کا تعین اپنے ملکی و جغرافیائی حالات، تاریخی واقعات، ملی حادثات اور ماضی کے تجربات اور شواہد کی بنا پر کرتی ہیں اور اپنی خود ساختہ تدابیر کے ذریعے اس کی تکمیل کے منصوبے تیار کرتی ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی ریاست کے نصب العین کا تعین خود حاکم کائنات نے کر رکھا ہے۔ جو ماضی، حال اور مستقبل میں پیش آنے والے حالات و واقعات اور احتیاجات و مقتضیات سے اچھی طرح واقف ہے۔ جس کا علم کائنات کی گہرائیوں، رفعتوں اور وسعتوں پر محیط ہے اس لئے اس کا تعین کردہ نصب العین مکمل اور ابدی ہے۔

اسلامی ریاست کا نصب العین: اللہ کی حاکمیت کا عملی اقرار اس حاکمیت کو تمام انسانوں پر قائم کرنا اسلامی ریاست کا نصب العین ہے۔ قرآن مجید میں اسلام کے اس بنیادی اصول کے متعلق یوں ارشاد ہوا ہے۔ ان الحکم الا اللہ (۱)

ترجمہ: احکام دینے کا اختیار اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے۔

قرآن حکیم کے اس حکم سے اہم نتیجہ یہ مستنبط ہوا کہ اسلامی ریاست میں فرماں روائی کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ اس کا حکمران آئین الٰہی کے علاوہ آئین بنانے یا اسے نافذ کرنے کا مجاز نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ کی تحریک اسلام کا نصب العین یہی تھا۔

اسلامی ریاست کا نصب العین چونکہ حاکم کائنات نے خود ہی بنایا ہے اسی طرح اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں اور فرائض بھی رب کائنات کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں لہذا کسی اسلامی ریاست کا فرماں روا ان ذمہ داریوں اور فرائض سے چشم پوشی نہیں کرسکتا۔

اسلامی ریاست اپنے فرائض کی بجا آوری کی کوشش و کاوش اس لئے کرتی ہے تاکہ حاکم کائنات کی رضا و خوشنودی اس کو میسر آئے۔ جس طرح اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست اپنے نظریات و افکار اور اوصاف و خصوصیات کے لحاظ سے الگ نوعیت کی حامل ہوتی ہیں۔ اسی طرح ان کے فرائض واختیارات اور ذمہ داریوں میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست جہاں اقامت دین اور دعوت و تبلیغ جیسے اہم اور مقدس فریضے کو بجا لانے کی پابند ہے تو وہاں اسے قیام عدل و انصاف، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ملک کے دفاع اور سرحدوں کی حفاظت کیلئے اپنی تمام ممکنہ کوششیں اور قوتیں صرف کرنا پڑتی ہیں۔

اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے اور وہ اس نظریے کی حفاظت کی پابند ہوتی ہے اور اس کی بقا اور کامیابی کا راز اسی نظریے کی حفاظت سے وابستہ ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم قیام پاکستان کی تحریک پر نظر دوڑاتے ہیں تو اس مملکت کے قیام کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

قیام پاکستان: بیسویں صدی میں پاکسان کا قیام تاریخ اسلام میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ محض اس لئے نہیں کہ دنیا کے نقشے میں ایک نئے ملک کا اضافہ ہوا ہے بلکہ اس

لئے کہ یہ نیا ملک ایک نظریاتی ملک ہے۔ قیام پاکستان پاک وہند کے کروڑوں مسلمانوں کی سوچ وفکر کا نتیجہ ہے اور اس سوچ وفکر کی بنیاد اسلام ہے۔ قیام پاکستان کوئی حادثاتی طور پر ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ ایک نظریے کا عملی مظہر ہے اور یہ نظریہ اپنی افادیت واہمیت کے لحاظ سے اس قدر قوی، مستحکم اور مکمل ہے کہ دنیا کا کوئی دوسرا ملک اتنے مستحکم اور مکمل نظریے کی بنیاد پر قائم ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کا قیام مقصود بالذات نہیں بلکہ اس نظریہ کے عملی اظہار تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

اسلامی ریاست کے دفاع کو ضبط تحریر میں لانے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم قیام پاکستان کے وہ سنہری مقاصد بیان کردیں جو بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے سامنے تھے کیونکہ مملکت پاکستان کا دفاع بھی ان مقاصد کے بغیر نامکمل اور ادھورا نظر آتا ہے۔

پاکستان بن جانے کے بعد قائداعظم نے بارہا اس عظیم مقصد کی جانب اپنی تقریروں میں اشارہ بھی کیا۔ مثلاً ایک موقعہ پر فرمایا:

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزماسکیں'' (اسلامیہ کالج پشاور ۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء)

اسی طرح دوسرے موقعہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

''میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ دانستہ اور شرارت سے پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بناء پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں اب بھی اسی طرح قابل اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے'' (بار ایسوسی ایشن کراچی ۲۷ جنوری ۱۹۴۸ء)

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطۂ حیات پر عمل کرنا ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون، پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لئے قائم کررکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہییں (۲) (سبی دربار بلوچستان ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء)

بانئ پاکستان کی ان تقریروں کے اقتباسات میں وہ نظریاتی اساس موجود ہے جس کی وجہ سے پاکستان دنیا بھر کے دوسرے ممالک سے ایک جدا اور منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہ

نیا ملک نظریاتی بنیادوں پر قائم ہوا ہے۔

مقاصد : اسلام کسی ایسے مذہب یا دین کا نام نہیں ہے جو صرف انسان کی انفرادی زندگی کی اصلاح کا داعی ہو اور جس کا کل سرمایہ حیات کچھ عبادات، چند اذکار و افکار اور مٹھی بھر رسوم و رواج پر مشتمل ہو بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو خدا اور اس کے آخری نبی ﷺ کی ہدایت کی روشنی میں زندگی کے تمام گوشوں کی تعمیر و تطہیر کرتا ہے اور زندگی کے ہر پہلو کو ہدایت الٰہی کے نور سے منور کرتا ہے۔ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، معاشرتی ہو یا تمدنی، مادی ہو یا روحانی، معاشی ہو یا سیاسی اور ملکی ہو یا بین الاقوامی۔ اسلام کی اصل دعوت یہ ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون جاری وساری ہو اور دل کی دنیا سے لے کر تہذیب و تمدن کے ہر گوشے تک خالق حقیقی کی مرضی پوری ہو۔

قرآن مجید دین کو ایک جامع اصطلاح کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے اور اس کی زبان میں اس سے مراد ایک ایسا نظام زندگی ہے جس میں انسان کسی کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کر کے اس کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کرے۔ اس کے حدود و ضوابط و قوانین کے تحت زندگی بسر کرے۔ اس کی فرمانبرداری پر عزت، ترقی اور انعام کا امید وار ہو اور اس کی نافرمانی پر ذلت و خواری اور سزا سے ڈرے۔ حاکمیت کا یہ مقام خدائے واحد کو حاصل ہے اور اسلام وہ دین ہے جو اس حاکمیت کی اساس پر قائم ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے صحیح طریقہ زندگی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

ان الدین عند اللہ الاسلام(۳) اللہ کے نزدیک انسانوں کیلئے صحیح طریق زندگی اسلام ہی ہے۔

قرآن حکیم میں ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ(۴)

جو اسلام کے سوا کوئی اور طریق زندگی اختیار کرے گا اسے خدا کے ہاں قبولیت حاصل نہیں ہوگی۔

کلام مقدس میں ایک اور جگہ ارشاد رب کائنات ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (۵)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا ہے اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کا

اہتمام کردیا ہے اور اسلام کو تمہارے لئے نظام زندگی کے طور پر مقرر کیا ہے۔

قرآن مجید کی ان نصوص سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ مکمل ضابطۂ حیات کی حیثیت سے اسلامی تعلیمات کے دو پہلو ہیں ایک طرف اسلام زندگی کی بنیادی حقیقتوں پر روشنی ڈالتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ اس کائنات کی حقیقت کیا ہے۔ اس میں انسان کا اصل مقام کیا ہے۔ زندگی کا مقصد کیا ہے اور جو اساسی قانون اس میں کارفرما ہے اس لی حقیقت کیا ہے۔ اسلام بنیادی عقائد کی شکل میں زندگی کی حقیقتوں سے انسان کو روشناس کراتا ہے اور کائنات اور حیات کے بارے میں اسے صحیح زاویہ نظر عطا کرتا ہے۔ دوسری طرف اسلام زندگی کا مفصل قانون پیش کرتا ہے تاکہ انسان افراط اور تفریط سے بچ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اعتدال و توازن کی بنیادوں پر استوار کرے اور کامیاب و کامران رہے۔ عقائد اور ضابطہ عمل کے اس مجموعے کا نام اسلامی نظریۂ حیات ہے اور عمرانیات کی اصطلاح میں عقائد اور ضابطۂ عمل کے اسی مجموعے کو آئیڈیالوجی کہاجاسکتا ہے(٦)

قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیات اس بات پر بھی شاہد ہیں کہ جو شخص اسلامی طریق زندگی کے علاوہ اور طریق زندگی اختیار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور قابل قبول نہیں ہوگا۔ نیز یہی آیات مقدسہ اسلام کی عالمگیریت، ابدیت اور جامعیت و اکملیت کا اٹل ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

پاکستان کی نظریاتی تشکیل میں لاپرواہی اور اسکے استحکام کیلئے خطرات

۱۴۔اگست ۱۹۴۷ء کو مملکت پاکستان دنیا کی سب سے بڑی مملکت کی حیثیت سے معرض وجود میں آئی لیکن افسوس کا مقام ہے کہ روز اول ہی سے اسلامی نظام کے قیام کے سلسلے میں کسی قسم کی کوششیں نہیں کی گئیں حالانکہ پاکستان اسلامی نظام حیات کی عملی تجربہ گاہ کیلئے قائم کیا گیا تھا جس کیلئے برصغیر کے مسلمانوں نے مسلسل جدوجہد کی اور ہر قسم کی قربانیاں دیں۔ قائداعظم کی وفات اور قائد ملت کی شہادت کے بعد تاریخ پاکستان کا زریں دور ختم ہوا۔ اس کے بعد اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگیا جنہیں نظریہ پاکستان کے مقابلہ میں اپنا اقتدار اور مفاد عزیز تھا نئی نسل کی نظریاتی تربیت کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ نظریاتی

تربیت سے اتحاد و یک جہتی کو فروغ ملتا اور تمام افراد قوم اسلام کے رشتہ اخوت میں منسلک ہو کر بھائی بھائی بن جاتے جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

انما المؤمنون اخوۃ(۷)   مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

حضور علیہ السلام نے مسلمانوں کو اتحاد واتفاق اور یک جہتی و یگانگت میں منسلک کرنے کی غرض سے کیسے حکیمانہ وفصیحانہ اقوال ارشاد فرمائے ہیں۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی(۸)

تو ایمانداروں کو آپس کی رحمت محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا جب کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام بدن کے اعضاء بیداری اور تپ کو بلاتے ہیں۔

عن ابی موسیٰؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاثم شبک بین اصابعہ(۹)

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان مسلمان کیلئے مکان کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے وضاحت فرمائی۔

مملکت پاکستان کی نظریاتی تشکیل اور افراد قوم کی نظریاتی تربیت ہی سے استحکام پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ مشرقی پاکستان جہاں ہندوؤں کی کافی تعداد آباد تھی اور ان کی معاشی حالات بھی مستحکم تھی اس کے علاوہ تعلیمی میدان میں بھی وہ مسلمانوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ وہاں کی درسگاہوں میں بھی بڑی تعداد ہندو اساتذہ کی تھی۔

بہت سے جدید تعلیم یافتہ بنگالی مسلمان ان ہندو اساتذہ اور کلکتہ سے درآمد شدہ بنگلہ لٹریچر سے بے حد متاثر تھے۔ ہندوستان ابتداہی سے یہ سمجھتا تھا کہ مشرقی پاکستان، پاکستان کا کمزور ترین حصہ ہے اور یہاں پر دو قومی نظریہ کو ختم کرنے کیلئے اس نے ایک منظم منصوبے کے تحت کام کیا اور بالآخر ملک کے اس حصہ میں بنگلہ قومیت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اسی طرح مشرقی اور مغربی پاکستان میں شدید نفرت پیدا ہو گئی اور آخر میں بنگلہ دیش کا قیام عمل میں آیا جو تاریخ پاکستان میں ایک عظیم المیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

نظریاتی دفاع: ہر ریاست کسی نہ کسی نظریے کے تحت وجود پذیر ہوتی ہے اور اس نظریے کی حفاظت و صیانت سے اس کو استحکام و دوام حاصل ہوتا ہے۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ریاست ہو یا سیکولر اور لادینی نوعیت کی ریاست ہو اشتراکی نوعیت کی ہو یا سرمایہ دارانہ نظام کی حامل ہو کہ اسے اپنے نظریات سے محبت اور وابستگی اس قدر ہوتی ہے کہ مخالف نظریات سے ٹکراؤ اور تصادم کا واقع ہونا ایک قدرتی امر بن جاتا ہے۔

مملکت پاکستان جو اسلامی نظریے کے تحت معرض وجود میں آئی ہے اسی نظریے کی حفاظت اور دیکھ بھال کی پابند ہے۔ اسلام کے نام پر حاصل کی گئی اس ریاست کا استحکام اور اس کی ترقی و خوشحالی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ بلاتاخیر اور بغیر حیل وحجت کے اسلام کا ابدی و دائمی نظام رحمت نافذ کردیا جائے کیونکہ یہی وہ نظام ہے جس کو امت مسلمہ آج سے پہلے بھی آزما چکی ہے اور فقید المثال کامیابی حاصل کی ہے۔ اور جن مصائب و مشکلات سے آج ہم دوچار ہیں ان سے نجات بھی اسی نظام سے ہو سکتی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ غیر مسلم حلقوں کی طرف سے اسلام کے خلاف جن شکوک و شبہات کو پیش کیا جائے جو اعتراضات اٹھائے جائیں۔ جو دلیلیں دی جائیں ان کا مناسب جواب دیا جائے اور کوئی شبہ یا اعتراض یا دلیل رد کئے بغیر نہ چھوڑی جائے جو اسلام کے چہرے کا باریک سا بھی حجاب بن سکتی ہو۔

مملکت پاکستان کے ارباب اقتدار واختیار پر لازم تھا کہ وہ اس ریاست کے نظریاتی دفاع کو مضبوط بنانے کی خاطر اپنی کوششیں اور توانائیاں صرف کردیتے اور اسلام کا ابدی و لاثانی نظام زندگی عملاً رائج کردیتے تو شاید مملکت پاکستان سقوط ڈھاکہ جیسے عظیم المیے اور سانحہ سے بچ جاتی کیونکہ سقوط ڈھاکہ کے اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ ملک کے نظریاتی دفاع کو مضبوط بنانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ ملک کے نظریاتی دفاع کو مستحکم اور استوار بنیادوں پر کھڑا کرنے کیلئے ازحد ضروری تھا کہ ہم قرآن مجید کے اس اٹل فیصلہ پر عمل کرتے۔ ارشاد ربانی ہے۔

یایھاالذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولاتتبعوا خطوٰت الشیطن انہ لکم عدو مبین(۱۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ہم نے پاکستان کو لا الہ الا اللہ کے عقیدۂ توحید کی بنیاد پر حاصل کیا تھا اور اس کیلئے ہمیں مال ودولت ،جائیدادیں اور مکانات ،کارخانے اور دکانیں چھوڑ کر ہجرت کرنا اور لاکھوں قیمتی جانوں کی قربانیاں دینا پڑی تھیں۔ اللہ نے ہماری آرزؤں اور تمناؤں کو پورا کردیا تو ہمارے ملک کی باگ ڈور سنبھالنے والوں نے آئین قرآن نافذ کرنے کی کوشش نہ کی۔ کیونکہ قرآنی آئین نافذ ہوجاتا اور اسلامی معاشرہ تشکیل پذیر ہوجاتا تو اسلامی معاشرے میں نہ تو آمروں کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ جاگیرداروں، بڑے زمینداروں، سرمایہ داروں اور سودکار سرمایہ کاروں کی۔ چنانچہ انہی اہل منصب واقتدار کی شعبدہ بازی ہے کہ عوام اس حقیقت سے واقف ہی نہیں کہ اسلام کا مثالی نظام کیا ہے اور اسے پیغمبراعظم ﷺ نے کیسے نافذ فرمایا۔ عوام اس حقیقت کو بھی فراموش کرچکے ہیں کہ نظام اسلام کے چار عناصر ترکیبی کے بغیر نظام اسلام کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ ہمارے ظلم وجہل کی انتہا یہ ہے کہ ہمیں اس عظیم زیاں مسلسل کا احساس ہے نہ شعور۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے جیسی زیاں کار قوموں کے متعلق ہی فرمایا ہے:

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصٰلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر(۱۱)

عصر (زمانہ یا تاریخی عمل) گواہ ہے کہ انسان خسارے میں ہے۔ ان لوگوں کے سوا جو ایمان لاتے ہیں (جیسا ایمان لانے کا حق ہے) اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق حسین عمل کرتے ہیں۔ نیز آپس میں ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی نصیحت اور ایک دوسرے کو راہ حق میں مشکلات ومصائب کے مقابلے میں حوصلہ مند اور ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

یہ آیات ہمارے لئے آئینہ عبرت ہیں اور مطالبہ کرتی ہیں کہ ہم حسن نیت کے ساتھ اپنا محاسبہ کریں یعنی اپنی نفسی کیفیات (احساسات وجذبات واعتقادات) اور اعمال (قول وکردار) کا جائزہ لیں اور معلوم کریں کہ کہیں ہم زیاں کار تو نہیں؟ دنیوی واخروی حسنہ کے اعتبار سے گھاٹے میں تو نہیں نیز کیا ہم سچے مومن وصلح ہیں یا نام کے مسلمان اور بدکردار ہیں؟ کیا ہم زندگی کا سچا سودا کرنے والے ہیں یا گھاٹے کا سودا کررہے ہیں؟ کیا ہم حق کو سننے، قبول کرنے اور ماننے والے ہیں یا نہیں؟ کیا ہم معاشرتی سرطانوں اور افراد

معاشرہ کو سچی بات کہنے اور انہیں حق قبول کرنے اور حق کی راہ میں چلنے کی اور مصائب ومشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر ہم ایسا نہیں کرتے اور یقیناً نہیں کرتے تو پھر ہم صاف گھاٹے میں ہیں۔ ہم نے چالیس برس میں نہ تو آئین قرآن نافذ کرنے اور اسلام کے چار بنیادی نظام قائم کرنے کی آرزو کی اور نہ ہی کوشش۔ کیا یہ محرومی زیان مسلسل نہیں؟ کیا اس جرم کی سزا نہیں کہ ہم پر سرطانی اداروں کی حکومت وعملداری ہے جنہوں نے ہمیں انسانی حقوق سے محروم کر رکھا ہے؟ کیا ہم رہین خوف وحزن نہیں؟ کیا معاشرہ میں کفالت اجتماعیہ کے نظام کا فقدان نہیں؟ کیا جاگیرداروں، بڑے بڑے زمینداروں، مشائخ سالوس، خوانین اور سرمایہ داروں کو چھوڑ کر رعایا کی اکثریت خصوصاً محنت کش (مزارع، کسان، مزدور، ہنرمند اور ہر قسم کے ملازمین وغیرہ وغیرہ) محتاج ومفلوک الحال، بے گھر، ناخواندہ نہیں ہیں؟ کیا غریب اور متوسط الحال لوگ متوازن غذا نہ ملنے کی وجہ سے مختلف بیماریوں میں مبتلا نہیں ہیں اور علاج معالجے کے بغیر بن آئی موت مرتے نہیں؟ کیا غریب والدین کے بچے پڑھنے اور کھیلنے کودنے کی بجائے گھروں، دکانوں اور کارخانوں میں محنت مزدوری نہیں کرتے؟ کیا رعایا کو عدل مفت وبلا تاخیر ملتا ہے؟ کیا ان کی عزت نفس محفوظ ہے؟ کیا جاگیردار، زمیندار اور سرمایہ کار، صنعت کار وغیرہ وغیرہ محنت کشوں کا استحصال نہیں کرتے؟ کیا وہ اپنے مزارعوں ور دیگر محنت کشوں کو اپنا محکوم غلام نہیں سمجھتے؟ اگر ایسا ہے تو کیا یہ گھاٹا نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر ہم کیوں اس زیان مسلسل کا مداوا کرنے کی کوشش نہیں کرتے؟

کیا قرآن مجید نے اس حقیقت سے ہمیں آگاہ نہیں کیا ہے کہ جو لوگ یتیموں، یعنی کمزور، بے سہارا اور بے یارومددگار لوگوں کی تذلیل کرتے ہیں اور محتاج اور غریب لوگوں کی کفالت، یعنی روٹی کپڑے، گھر، تعلیم وتربیت، علاج معالجے وغیرہ کا نہ تو خود انتظام کرتے ہیں اور نہ معاشرے اور حکومت کو کفالت اجتماعیہ کا معقول واحسن نظام قائم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ دین کی تکذیب کرتے ہیں۔ (۱۲)

الغرض ان سرطانی اداروں کی سرکاری کا کمال ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کو معلوم نہیں کہ نظام اسلام کیا ہے اور پیغمبر اعظم وآخر ﷺ نے اسے کیسے قائم فرمایا؟ (۱۳)

اسلامی ریاست کے فرائض: قرآن حکیم نے پیغمبر اعظم و آخر ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے ان سوالوں کا جواب اپنے اعجاز بلاغت سے یہ دیا ہے۔

الذین ان مکنٰہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور (۱۴)

(سچے مومنوں کا شیوہ یہ ہوتا ہے کہ) جونہی ہم ان کو زمین میں اقتدار دیتے ہیں تو وہ (رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی طرح بلاتاخیر) صلوٰۃ کا نظام، زکوٰۃ کا نظام، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام قائم کرتے ہیں اور کل امور کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں رب کائنات نے نظام اسلام کے چار بنیادی اداروں کی نشاندہی کی ہے جو اپنی اپنی منفرد اور مستقل حیثیت رکھنے کے باوجود آپس میں لاینفک رابطہ رکھتے ہیں۔ یہ چار ادارے نظام اسلام کے اٹوٹ انگ ہیں۔ لہذا یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے۔ یہ ادارے اسلامی معاشرے کی چار بنیادیں ہیں جن پر اس کی عمارت استوار ہوتی ہے چنانچہ اسلام کے ان چار اداروں کی بنیاد پر اسلام کے مثالی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کرنے اور معاشرتی زندگی میں سچے مومنوں اور صالح و مجاہد افراد کی طرح بھرپور حصہ لینے اور اس کے تقاضوں کے مطابق اپنی "کل" زندگی (انفرادی واجتماعی اور مادی و معنوی زندگی) بسر کرنا ہی اسلام میں پورا پورا داخل ہونا ہے۔ (۱۵)

حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اسلام کے ان چار اداروں کی بنیاد پر جو اسلامی نظام قائم کیا۔ اس کی تفصیل کو ضبط تحریر میں لانے کا یہ موقع مناسب نہیں کیونکہ موضوع سے دور ہٹنے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔ صرف اس حقیقت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والی مملکت پاکستان میں بلاتاخیر اسلامی نظام رائج کردیا جاتا تو قومی وحدت وسالمیت کو فروغ ہوتا اور ملک کا نظریاتی دفاع مضبوط ہوجاتا اور اس عظیم قومی سانحے سے دوچار نہ ہوتے جو ہمارے ازلی وابدی دشمن بھارت نے اپنی کوششوں سے سقوط ڈھاکہ کی صورت میں پیش کیا اور اقوام عالم کے سامنے یہ موقف پیش کیا کہ دوقومی

نظریے کی بنا پر معرض وجود میں آنے والی مملکت کے عظیم لیڈر قائد اعظم محمد علی جناح کا وہ موقف غلط ثابت ہوا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس عظیم سانحے سے اس لئے دوچار ہوئے کہ قومی وحدت کے فقدان نے تفرقہ بندی کی عظیم لعنت اور بیماری میں مبتلا کردیا کیونکہ کوئی قوم اس وقت تک بین الاقوامی طور پر اہم کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتی جب تک وہ اندرونی طور پر مضبوط و مستحکم نہیں ہوتی اور کوئی قوم اس وقت تک اندرونی طور پر مضبوط و مستحکم نہیں ہوسکتی جب تک اس کے خیالات واحساسات ،اس کے فکرو عمل ،اس کے نظریات و تعلیمات میں یک جہتی نہیں پائی جاتی کیونکہ یہی وہ عناصر ہیں جو قوم میں اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھتے ہیں اور نفاق واختلاف کو قوم میں پیدا نہیں ہونے دیتے۔اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا (١٦)

(اے مومنو(تم سب کے سب اللہ کی رسی یعنی قرآن حکیم کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور فرقے فرقے نہ ہوجانا۔

غیر مسلموں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت: آج مغرب کے یہود و نصاری اور دنیا کی تمام باطل قوتیں اسلام کی طاقت وقوت سے خائف ہیں کیونکہ ان کا وجود مٹنے والا ہے اس لئے وہ اسلام پر طرح طرح کے الزامات کے مسلسل حملے کررہے ہیں کہیں مسلمانوں کو بنیاد پرست کہہ کر پکارا جاتا ہے تو کہیں دہشت گرد کہہ کر بدنام کرنے کا عمل پوری چالاکی و عیاری سے جاری ہے۔ چنانچہ اسلام دشمن قوتیں خصوصاً مستشرقین اسلام کو ناقابل عمل دین اور رجعت پسند دین قرار دینے کی ناپاک جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ن کی کوشش ہے کہ وہ مسلمانوں کو عملی طور پر مزید کمزوری سے دوچار کرسکیں۔ وہ جہاں اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف زہریلا پراپیگنڈہ اگلتے ہیں تو وہاں مختلف مسائل میں شکوک وشبہات کا طوفان کھڑا کر کے اہل اسلام کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی سعی میں مصروف ہیں تا کہ باطل کے پرچار کیلئے فضا سازگار اور ہموار ہوسکے۔ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے مختلف طریقے اور حربے کام میں لاکر ان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ مسلمان دین حق سے ہاتھ کھینچ کر ان کے ساتھ مل جائیں۔ قرآن مجید میں ان کی خواہش کے متعلق ارشاد ہے۔

ودکثیرمن اهل الکتب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفاراحسدا من عندانفسهم من بعدماتبین لهم الحق. (۱۷)

اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان سے پھیر کر پھر کفر کی طرف پلٹا لے جائیں۔ اگرچہ حق ان پر ظاہر ہوچکا ہے۔ مگر اپنے نفس کے حسد کی بنا پر تمہارے لئے ان کی یہ خواہش ہے

دشمنان دین کی چالوں میں آجانے اور ان کی بظاہر خیر خواہی اور ہمدردی کے رویے کا شکار ہوجانے سے مسلمانوں کو خبردار فرماتے ہوئے اور انہیں اپنی نظریاتی سرحدوں کے دفاع کے سلسلے سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

یایهاالذین امنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم فتنقلبوا خسرین بل الله مولکم وهو خیر النصرین. (۱۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم ان لوگوں کے اشاروں پر چلوگے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو وہ تم کو الٹا پھیر لے جائیں گے اور تم نامراد ہوجاؤ گے (ان کی باتیں غلط ہیں) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تمہارا حامی و مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔

کفار اور دشمنان اسلام کی اس خواہش و کوشش کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی دوستی اور صحبت سے گریز کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ودوالوتکفرون کماکفروافتکونون سواءً فلاتتخذوامنهم اولیاء (۱۹)

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہوجاؤ تاکہ تم اور وہ سب یکساں ہوجائیں لہذا ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا بھی بستی ہے اور یہ لوگ بھی ملک کے نظریاتی دفاع کو کمزور کرنے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کی وفاداری پر کڑی نگرانی رکھنی چاہیے۔ قومی اور ملکی تحفظ کے امور میں ان کو شریک کرنا سختی سے منع ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یایها الذین امنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا. ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر. قدبینالکم الایت ان کنتم تعقلون (۲۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے۔ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے۔ ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے ہم نے تمہیں صاف ہدایات دے دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ مملکت خدادِ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی ہے تاکہ اس مملکت کے باشندے امن وسکون سے بہرہ ور ہو کر اپنی زندگیوں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں اور اقوام عالم کو اس کے فلاحی واصلاحی پروگرام سے مستفید کرنے کا فریضہ سرانجام دے سکیں اور اسلام کے جلیل عقائد ونظریات اور اس کے حسین وخوشنما افکار وخیالات سے دور حاضر کے باطل والحادی نظریات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب ہوسکیں۔ نیز نظریاتی مملکت کے شہری ہونے کی حیثیت سے ہم سب کا یہ اجتماعی فریضہ ہے کہ اس کے نظریاتی دفاع واستحکام کو کمزور کرنے کی غرض سے اٹھنے والی ہر تحریک وطاقت کو کچل کر نیست ونابود کردیں اور اپنے قول وفعل اور عمل وکردار سے اسے اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ بنادیں۔

تہذیبی وثقافتی دفاع

فحاشی وبے حیائی کا تدارک: اسلام عفت وعصمت کا محافظ دین ہے وہ ایک ایسا حسین وجمیل لطیف ونظیف اور صاف ستھرا معاشرہ تعمیر کرنا چاہتا ہے جو عفت وعصمت کے لباس فاخرہ سے آراستہ ہو۔ اس معاشرے کے ہر فرد کے اعمال وافکار اور طور اطوار میں ایسا حسن اور پاکیزگی ہو کہ بداخلاقی اور بے حیائی وفحاشی کے دخول کا شائبہ تک نہ ہو۔ چنانچہ اسلام نے معاشرے کو پاک اور صاف ستھرا رکھنے کی غرض سے اپنی قانونی اور اخلاقی تعلیمات کے ہتھیار سے ان راستوں کی ناکہ بندی کررکھی ہے جہاں سے بے حیائی اور برائی کے داخل ہونے کا احتمال ہو۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

عن سهل بن سعدرضى الله عنه قال قال رسول اللّٰهصلى اللّٰهعليه وسلم من يضمن لى مابين لحييه وما بين رجليه اضمن له الجنة(۲۱)

حضرت سہلؓ بن سعد سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے اپنے جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور اپنی ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی ضمانت دے تو میں اس کیلئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ کے اس حکیمانہ ارشاد سے زبان کی بے اعتدالی اور جنسی خواہشات کی بے اعتدالی سے رونما ہونے والے گناہ اور جرائم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ دراصل دنیا میں جتنے بھی گناہ، جرائم اور بے حیائی کے افعال سرزد ہوتے ہیں وہ انسان کے جسم کے ان ہی دو اعضاء کی بے اعتدالی اور بے راہ روی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے ان دو اعضاء کی بے اعتدالیوں کی روک تھام کیلئے بڑے وسیع اور ہمہ گیر احکام دیے ہیں۔ جنسی خواہش انسان کی ایک فطری خواہش ہے جو اعتدال و توازن میں رہے اور پاکیزگی کے ساتھ استعمال ہو تو زندگی میں لطف و سرور پیدا کرتی ہے۔ بقائے نسل انسانی کا ذریعہ بنتی ہے اور اس سے الفت و محبت اور مؤدت و رحمت کے پاکیزہ رشتے استوار ہوتے ہیں لیکن اگر یہی خواہش بے اعتدالی کا شکار ہو جائے تو پورا معاشرتی نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ نفرت و عداوت عروج کو پہنچ جاتی ہے۔ انساب کی حفاظت ناممکن ہو جاتی ہے۔ معاشرہ مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

انسان کی اس فطری خواہش کی تسکین و سیرابی کیلئے اسلام نے نکاح کا صحیح طریقہ تجویز کیا اور ساتھ ہی تمام بے اعتدالیوں پر کڑی بندشیں عائد کی ہیں جن سے انسان کے خیالات و خواہشات بے قابو ہوتے ہیں اور جس سے معاشرہ میں فحاشی و عریانی اور بے حیائی پھیلنے کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ اس مقصد کیلئے قرآن و سنت میں اخلاقی و قانونی ہدایات کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا آغاز اس ہدایت سے ہوتا ہے کہ:

اے نبی ﷺ مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کیلئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ ان سے باخبر رہتا ہے۔ اور اے نبی ﷺ مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی

غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی زینت جو انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہوجائے۔ اے مومنو تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔ (۲۲)

پھر دوسری طرح خواتین کو نامحرم مردوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے متعلق یوں ہدایت دی گئی

فلاتخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولامعروفا (۲۳)

پس تم (نامحرم مردوں سے) نزاکت کے ساتھ بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں روگ ہو وہ لالچ کرنے لگے اور قاعدے کی بات کرو۔

اسلام کی ان تعلیمات کا مقصد وحید ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جو صالح ہو اور ہر اعتبار سے حسین اور جنت نظیر ہو۔ افراد معاشرہ کے جذبات و خیالات اور احساسات وخواہشات اس قدر پاکیزہ اور شستہ ہوں کہ فحاشی و بے حیائی کا دخول بھی نہ ہوسکے۔ فحاشی کے پھیلنے سے چونکہ پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے اور تباہی و بربادی اور تنزل وانحطاط کا شکار ہوتا ہے اس لئے اسلام نے فحاشی کو حرام قرار دیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قل انما حرم ربی الفواحش ماظهرمنهاومابطن (۲۴)

اے نبی ﷺ آپ فرمادیجئے کہ میرے رب نے تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہوں اور جو پوشیدہ ہوں حرام قرار دیا ہے۔

اسلام میں فحاشی کو حرام قرار دے کر پورے معاشرے کے خیالات وجذبات کو پاکیزہ رکھنے کیلئے نشرواشاعت کے ذرائع کو تنبیہہ کی گئی ہے کہ:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیاوالاخرة والله یعلم وانتم لا تعلمون (۲۵)

بلاشبہ جو لوگ مسلمانوں میں فحاشی کا چرچا چاہتے ہیں ان کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

صاحب تفہیم القرآن اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"اس آیت کا براہ راست مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح کے الزامات گھڑ کر اور انہیں

اشاعت دے کر مسلم معاشرے میں بداخلاقی پھیلانے اور امت مسلمہ کے اخلاق پر دھبہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ سزا کے مستحق ہیں لیکن آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کا اطلاق عملاً بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بد اخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کیلئے جذبات کو اکسانے والے قصے، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیاجاتا ہے۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں صرف آخرت ہی میں نہیں دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔ لہذا ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعت فحش کے ان تمام ذرائع ووسائل کا سد باب کرے۔ اس کے قانون تعزیرات میں ان تمام افعال کو مستلزم سزا قابل دست اندازی پولیس ہونا چاہیے جن کو قرآن یہاں پبلک کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے اور فیصلہ کررہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے سزا کے مستحق ہیں(۲۶)

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

کسی پر لگائے ہوئے الزام کی بلا تحقیق تشہیر کرنا۔ برائیوں اور فواحش کے خلاف نفرت کی جو دیوار اسلام نے قائم کردی ہے اس میں رخنہ اندازی کی قولاً فعلاً کوشش کرنا۔

ایسی کتابیں لکھنا جن سے شہوانی جذبات میں تحریک ہو ایسے گانے، ایسی تصاویر، ایسے ڈرامے، ایسی فلمیں جن سے نوجوانوں میں شرم وحیا کا جذبہ کمزور ہوتا جائے سب اس میں شامل ہیں۔ وہ لوگ جو محض دولت کمانے کیلئے ایسی فلمیں بناتے ہیں۔ بڑھ چڑھ کر حیا سوز مناظر پیش کرتے ہیں۔ ایسے اشتہارات جن میں جنسی عریانیت سے جاذبیت اور کشش پیدا کی جاتی ہے۔ ایسا لٹریچر جس کی مقبولیت کا انحصار ہی شہوانی محرکات پر ہے مانا کہ وقتی طور پر اس کی آمدنی میں بے پایاں اضافہ ہوجاتا ہے لیکن اس سے جو نقصان ہوگا اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ جب قوم کا اخلاق بگڑ جائے گا جب شرم وحیا کی چادر تار تار ہوجائے گی۔ بے حیاء اور ہوسناک نگاہیں اس کی دولت عصمت لوٹنے میں بھی کوئی تأمل محسوس نہیں کریں گی۔ قوم کے اصلاح یافتہ ہونے کی برکات سے جس طرح ہر فرد مستفید ہوتا ہے اسی طرح اس کے اخلاق باختہ ہونے سے ہر فرد کو حصہ رسدی مل کر رہتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالی نے اس دروازہ کو بند کردیا جس سے فسق وفجور کا سیلاب امنڈ سکتا ہے(۲۷)

اسلامی نقطہ نظر سے فحاشی کا فروغ تو دور کی بات ہے اسلام تو اس بات کو بھی روا نہیں رکھتا کہ جنسی جرائم اور بدکاری کی وارداتوں سے متعلق خبروں کو اس طرح شائع اور نشر کیا جائے کہ بیمار ذہن کے لوگ ان میں لذت محسوس کرنے لگیں اور نفسوں کو جرائم کی ترغیب ہونے لگے۔

اسلام نے بے شمار ہدایات کے ذریعے انسان کے کان، آنکھ، دل اور اس کے تمام خیالات و جذبات پر خوف خدا اور فکر آخرت کے پہرے بٹھا دیئے ہیں اور پھر ان ہدایات کی انتہا سو کوڑوں اور سنگساری کی اس لرزہ خیز اور عبرت ناک سزا پر ہوتی ہے جو اسلام نے بدکاروں کیلئے مقرر فرمائی ہے۔

قرآن و سنت کی ان ہدایات اور حضور اکرم ﷺ کی اخلاقی و تعلیمی تربیت کی بنا پر اسلامی معاشرہ عفت و عصمت اور جنسی جذبات کے اعتدال میں دنیا کا مثالی معاشرہ تھا۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے تک دین سے ہزار دوری اور اخلاق کے ہزار انحطاط کے باوجود مسلمان اس لحاظ سے بڑی حد تک ممتاز تھے کہ عفت و عصمت اور شرم و حیا کی قدریں ان کی رگ و پے میں سمائی ہوئی تھیں اور دینی پابندیوں کے علاوہ اس معاملہ میں خاندانی روایات کی بڑی حد تک پاس داری کی جاتی تھی۔

لیکن یہ حقیقت انتہائی کرب انگیز اور تشویشناک ہے کہ اب دوسری سینکڑوں بدعنوانیوں کے ساتھ اس معاملہ میں بھی ہمارے معاشرے کا مزاج نہایت تیز رفتاری سے بدل رہا ہے اور مغربی معاشرے کی وہ تمام لعنتیں جنھوں نے مغرب کو اخلاقی تباہی کے دہانے پر پہنچادیا ہے رفتہ رفتہ ہمارے درمیان بھی تباہ کن رفتار سے سرایت کر رہی ہیں یہاں تک کہ وہ خاندان جو عفت و عصمت، شرافت و متانت اور شرم و حیا کے اعتبار سے مثالی سمجھے جاتے تھے اب ان میں بھی بے پردگی آوارگی، بے حیائی اور جنس پرستی کا عفریت اپنی پوری فتنہ سامانیوں اور تباہ کاریوں کے ساتھ گھس آیا ہے۔

مولانا تقی عثمانی صاحب جو امت مسلمہ کی فلاح و اصلاح کی تڑپ اور جذبے سے معمور ہیں ان کے نزدیک مندرجہ ذیل چیزیں فحاشی کے فتنے کو روز بروز ہوا دے رہی ہیں۔

(۱) ملک کے تمام شہروں میں سینما ہاوس قائم ہیں جہاں دن رات حیا سوز فلمیں دکھا کر شرافت و متانت کو ذبح کیا جاتا ہے ان فلموں میں عریانیت، فحاشی اور جنس پرستی کی

باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ خاص طور سے غیر ملکی فلموں میں جو ہیجان انگیزی اور ہوس پرستی کے مناظر دکھائے جاتے ہیں وہ نوجوان نسل کیلئے سم قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۲) ٹیلی ویژن نے یہ قیامت ڈھائی ہے کہ بے حیائی کے جو کام سینما ہالوں، نائٹ کلبوں اور رقص گاہوں تک محدود تھے اب اس کے ذریعے ایک ایک گھر کے ڈرائنگ روم میں گھس آئے ہیں۔ باپ بیٹیاں اور بہن بھائی رقص وسرود اور فلموں کے خالص جنسی مناظر نہ صرف ایک ساتھ بیٹھ کر دیکھتے ہیں بلکہ ان پر تبصرے کرتے ہیں۔

(۳) اخبارات نے عریانی وفحاشی کی نشرواشاعت پر کمر باندھ لی ہے۔ فلمی اشتہارات میں ایسی ایسی تصاویر اور ایسی ایسی عبارتیں چھپتی ہیں جن سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ پاکیزہ سے پاکیزہ گھرانوں میں بھی عریانی وفحاشی کے یہ پلندے بڑے بوڑھوں سے لے کر بچوں عورتوں تک سب کی نگاہوں سے گزرتے ہیں۔

(۴) رسائل وجرائد نے عریانیت کو ایک مستقل ذریعہ تجارت بنا رکھا ہے نہ جانے کتنے رسالے ہیں جو صرف عریاں تصویروں، فحش افسانوں اور بے حیائی کے مضامین کے ذریعہ چل رہے ہیں اور ان سے جنس پرستی کا رجحان روز بروز قوت اختیار کر رہا ہے۔

(۵) اشتہار بازوں نے عورت کو پیسے کمانے کا ایک حربہ سمجھ لیا ہے چنانچہ دنیا کی کسی چیز کا اشتہار عورت کی تصویر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ قدرت کی اس مقدس تخلیق کو ایک کھلونا بنا کر استعمال کیا جارہا ہے۔ اور اس کے ایک ایک عضو کی عریاں نمائش کر کے گاہکوں کو مال خریدنے کی دعوت دی جارہی ہے۔

(۶) نیم عریاں نہیں بالکل عریاں تصویروں کی فروخت عام ہو چکی ہے اور نئی نسل کے لڑکے ولڑکیاں ایسی تصویروں کے پورے البم کھلم کھلا خرید رہے ہیں۔ جن میں انسانوں کو گدھوں اور کتوں کی طرح جنسی اختلاط کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

(۷) خاص خاص مقامات پر ایسی بلیو فلمیں بڑی بڑی قیمتیں وصول کر کے دکھائی جاتی ہیں جن میں انسانوں کے جسم پر کپڑے نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی اور جنہیں دیکھ کر درندے بھی شرما جائیں۔ اگرچہ اس قسم کی تصاویر قانوناً ممنوع ہیں اور اس قسم کے اڈوں پر پولیس کے چھاپے بھی پڑتے رہتے ہیں لیکن اس قسم کے ہنگامی یا مصنوعی اقدامات سے اس انسانیت سوز بدکاری کے رواج میں کوئی کمی نہیں آرہی (۲۸)

پھر مولانا موصوف نے اس فحاشی وعریانی اور بے حیائی کے تدارک کا جو عملی طریقہ تجویز کیا ہے وہ اس طرح ہے کہ کچھ ملت کا درد رکھنے والے اصحاب انجمن انسداد فواحش قائم کریں اور کچھ وقت فارغ کر کے اس مقصد میں صرف کریں تو بھی اصلاح کی توقع کی جاسکتی ہے اس انجمن کا طریق کار حسب ذیل ہونا چاہیے۔

(۱) عوام میں فحاشی وعریانی کے خلاف مدافعانہ شعور بیدار کرنا۔ اس غرض کیلئے تقریروں اور مذاکروں کا انعقاد اور تبلیغی لٹریچر کی تقسیم۔

(۲) اخبارات کے مدیروں سے ملاقات کر کے انہیں اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ اپنے جرائد میں فحش تصویروں، عریاں اشتہارات اور غیر اخلاقی خبروں اور مضامین کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ مدیران جرائد میں غالباً اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جنہیں ذاتی طور پر فحاشی کی ترویج کا شوق نہیں لیکن وہ بے سوچے سمجھے زمانے کی رو پر بہہ رہے ہیں اور اگر انہیں افہام و تفہیم کے ذریعے قائل کیا جاسکے تو شاید ان کے دل میں کوئی احساس پیدا ہو اور وہ اپنی اس روش کو بدل سکیں۔

(۳) جو اخبارات اپنی اس روش سے باز نہ آئیں عوام میں ان کا بائیکاٹ کرنے کی مہم چلائی جائے۔

(۴) ریڈیو اور ٹی وی کے ذمہ داروں سے معزز شہریوں کے وفود ملاقات کریں اور انہیں فحاشی و بے حیائی کے پروگراموں سے روکنے کی کوشش کی جائے۔

(۵) عوامی وفود حکومت کے ذمہ داروں کے پاس پہنچیں اور انہیں اس سنگین صورت حال کے خلاف اپنے جذبات سے آگاہ کریں۔ نشر واشاعت کے ذرائع ہر معاملے میں حکومت کی پالیسی کا رخ دیکھتے ہیں اور اس کے مطابق اپنے عمل کا ڈھانچہ تیار کرتے ہیں۔ موجودہ بے لگامی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ان کو اس بات کا یقین ہے کہ حکومت اس قسم کے اقدامات کو ناپسند نہیں کرتی۔ اس کے برخلاف اگر انہیں یہ احساس دلایا جائے کہ فحاشی وعریانی کا یہ انداز حکومت کی پالیسی کے خلاف ہے تو اس بے لگام ذہنیت میں ضرور کمی آئے گی۔

(۶) حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان سے ملاقات کر کے انہیں اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ انسداد فواحش کیلئے ایک جامع قانون اسمبلی کے ذریعے منظور کرائیں جس کے ذریعے ملک بھر میں عریانی وفحاشی کے تمام

اقدمات پر پابندی لگائی جاسکے۔

(۷) عوام میں اس بات کی تحریک چلائی جائے کہ وہ ٹیلی ویژن کے ایسے پروگراموں کا قطعی بائیکاٹ کریں گے جو شرم وحیا کی روایات کے خلاف ہیں (۲۹)

اسلامی معاشرے میں فحاشی وبے حیائی اور تمام قسم کی برائیوں کو ختم کر کے نیکیوں کو پروان چڑھانا ایک ایسا اجتماعی فریضہ ہے جس پر امت کا اتفاق ہے۔ ضحاک فرماتے ہیں:

الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فریضۃ من فرائض اللّٰہ کتبهااللّٰہ علی المؤمنین (۳۰)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اللہ تعالی کے متعین کردہ فرائض میں سے ایک فرض ہے جسے اللہ تعالی نے مومنوں کیلئے لازم کردیا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

قال العلماء الامربالمعروف بالید علی الامراء وباللسان علی العلماء وبالقلب علی الضعفاء یعنی عوام الناس (۳۱)

علماء نے کہا ہے کہ امر بالمعروف کا فرض قوت کے ذریعے انجام دینا حکام کی، زبان کے ذریعے انجام دینا علماء کی اور دل کے ذریعے انجام دینا کمزوروں یعنی عوام کی ذمہ داری ہے۔

امام شوکانی فرماتے ہیں:

وجوبه ثابت بالکتاب والسنۃ وهو من اعظم واجبات الشریعۃ واصل عظیم من اصولها ورکن مشید من ارکانها وبه یکمل نظامها ویرتفع سنامها (۳۲)

امر بامعروف ونہی عن المنکر کا واجب ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ یہ شریعت کا عظیم ترین فریضہ، اس کی بہت بڑی اصل اور اس کے ارکان میں ایک مضبوط رکن ہے۔ اسی سے شریعت کا نظام مکمل ہوتا ہے اور اس کی چوٹی اونچی ہوتی ہے۔

معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا امت مسلمہ کا فرض ہے جو حکومت صحیح معنوں میں اسلامی حکومت ہوگی وہ پوری طرح نگہداشت کرے گی کہ امت اس فرض سے غافل نہ ہونے پائے۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد شریعت کے واضح ترین اور متواتر احکام ہیں اگر امت کا کوئی طبقہ ان کو ترک کردے تو اسلامی حکومت اس

کے خلاف جنگ کرے گی۔

کل طائفة خرجت عن شریعة من شرائع الاسلام الظاهرة المتواترة فانه یجب قتلها باتفاق ائمة المسلمین وان تکلمت بالشهادتین فاذا اقروا بالشهادتین وامتنعو عن الصلوات الخمس وجب قتالهم حتی یصلوا.... وکذالک ان امتنعوا عن الامر بالمعروف والنهی عن المنکر وجهادالکفار الی ان یسلموا ویؤدوالجزیة عن یدوهم صاغرون (۳۳)

جو گروہ اسلامی شریعت کے کسی بھی واضح اور متواتر حکم سے خروج کردے تو مسلمانوں کے تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ اس سے جنگ کی جائے گی اگرچہ وہ توحید ورسالت کا اقرار کرتا ہو مثلاً توحید ورسالت کے اقرار کے ساتھ اگروہ پانچ وقت کی نماز چھوڑ دے تو اس سے جنگ ضروری ہے تاآنکہ وہ نماز پڑھنے لگے۔۔۔ اس طرح اگروہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اور کفار سے اس حد تک جہاد کرتے رہنے کو ترک کردے کہ وہ یا تو اسلام لائیں یا چھوٹے بن کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں تو اس سے جنگ کی جائے گی۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر جہاں عوامی فریضہ ہے وہاں اسلامی ریاست بھی اس فریضہ کی ادائیگی سے مستثنی قرار نہیں دے جاسکتی چنانچہ اس کے سربراہ کی ذمہ داری ہے کہ ریاست میں معروفات کو قائم کرے اور منکرات کو مٹائے کیونکہ اگر وہ اس کام کو چھوڑ دے تو ریاست کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔:

الذین ان مکنهم فی الارض اقاموا الصلواة واتو والزکواة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنکر (۳۴)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں طاقت بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکواۃ دیں گے نیکی کا حکم کریں گے اور بدی کو روکیں گے۔

اہل حدیث مسلک کے ممتاز عالم نواب صدیق حسن خان مرحوم اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

فیه ایجاب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر علی من مکنه الله فی الارض واقدره علی القیام بذالک (۳۵)

اس میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ان لوگوں پر واجب کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالی زمین میں اقتدار عطا کرے اور اس ذمہ دری کے اٹھانے کی طاقت بخشے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ذوالسلطان اقدر من غیرهم وعلیهم من الوجوب مالیس علی غیر هم فان مناط الوجوب هو القدرة فیجب علی کل انسان بحسب قدرته(۳۶)

اصحاب اقتدار(امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی)دوسروں کے مقابلے میں زیادہ طاقت رکھتے ہیں اس لئے وہ ان پر جس حد تک واجب ہے دوسروں پر نہیں ہے کیونکہ وجوب کی بنیاد قدرت ہے اس لئے ہر انسان پر وہ اس کی قدرت کے لحاظ سے واجب ہوتا ہے۔

قرآن وحدیث کے ان احکام اور فقہاء کی ان تصریحات سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اسلامی معاشرہ سے فواحش ومنکرات کا خاتمہ کر کے معروف اور نیکیوں کو پروان چڑھانا عوام اور حکومت کا اولین فرض ہے تاکہ ایک صالح اور مثالی معاشرہ قائم ہوسکے جو اسلامی آداب واقدار سے آراستہ ہو۔معاشرہ کو ان اسباب اور عوامل ومحرکات سے پاک کیا جائے جو لوگوں کے سفلی جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں اور فتنہ وفساد کے موجب بنتے ہیں۔

اکابرین اسلام اور شعائر اللہ کا احترام

شعائراللہ اسلام اور اکابرین اسلام کا احترام و تعظیم اسلامی ثقافت کا وہ مینارہ نور ہے جس کی کرنوں اور شعاعوں سے اسلامی ثقافت کو تروتازگی اور روحانی بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔

لیکن مسلمانوں کیلئے اس سے زیادہ اور کیا ڈوب مرنے کا مقام ہوگا کہ کراچی جیسے شہر میں جہاں کم وبیش چالیس لاکھ مسلمان آباد ہیں ایک ایسی فلم کی نمائش ہورہی ہے جس میں عہد رسالت ﷺ کو فلمانے کی جسارت کی گئی ہے۔ جن سینما ہالوں میں دن رات انسانیت، شرافت اور شرم وحیا کا دامن تار تار کیا جاتا ہو جہاں عریانی وفحاشی کا عفریت شب وروز ننگا ناچتا ہو جہاں صبح وشام بہیمانہ حرص وہوس کے بھوت دندناتے ہوں جہاں انسانیت سے غیرت وعصمت کے تمام لبادے نوچ کر اسے کتوں اور گدھوں کے ہم جنس بنا دیا گیا ہو ان ہی سینما ہالوں اور انسانیت کی انہی قتل گاہوں میں عہد رسالت ﷺ کے اس معاشرے کو ایک کھیل بنا کر پیش کیا جائے جس کے نام سے اس روئے زمین پر انسانیت وشرافت اور عفت واخلاق کی آبرو قائم ہے۔ مسلمانوں کیلئے اس سے بڑھی بے غیرتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ اخبارات کے جس صفحہ پر برہنگی، حیوانیت، ہوسناکی اور

درندگی کا جہنم دہکا ہوا ہوتا ہے اسی صفحے پر عہد رسالت ﷺ کے ان صحابہؓ وصحابیاتؓ کی فرضی تصویریں شائع ہوں جن کی پاکبازی کی تعریف میں الفاظ وبیان کے سانس ٹوٹ جاتے ہیں۔

چنانچہ "فجر اسلام" نامی فلم کی نمائش کے اعلان کے بعد اسلام دشمن عناصر نے ایک قدم اور بڑھایا ہے اور اب براہ راست رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ (فداہ نفسی وابی وامی) کے نام نامی پر ایک فلم بنائی جارہی ہے جو اب تکمیل کے مراحل میں پہنچ چکی ہے۔

اس فلم کی کہانی چار مصری ناول نگاروں توفیق الحکیم، محمد علی ماہر، عبد الحمید جودا اور عبد الرحمن شرقاوی نے لکھی ہے۔ امریکہ میں مقیم ایک شامی کیمونسٹ مصطفےٰ العقاد اس کا ہدایت کار ہے اور برطانیہ، اٹلی، میکسیکو، ہنگری، یونان اور پورٹ کے دوسرے بہت سے اداکار اس میں کام کر رہے ہیں۔ روس، اسرائیل اور بھارت س کی تیاری میں بڑی دلچسپی لے رہے ہیں اور ایک اسرائیلی رقاصہ نے اس کیلئے اپنے رقص کی خدمات پیش کی ہیں۔ برطانیہ کی مس ڈالٹن نے اس فلم کے اداکاروں کیلئے ملبوسات تیار کئے ہیں۔ میکسیکو کا ایک فلم ایکٹر اینتھونی کوئن اس میں آنحضرت ﷺ کے مقدس چچا اور سید الشہداء حضرت حمزہؓ کا کردار ادا کر رہا ہے۔ اور جن صحابہ کرامؓ کے بارے میں اب تک یہ معلوم ہوسکا ہے کہ ان کا کردار فلم میں پیش کیا گیا ہے ان میں حضرت جعفر طیارؓ، حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت ہندہؓ شامل ہیں۔

اسلام اور شعائر اسلام کے ساتھ توہین آمیز استہزاء کی ایک اور دلخراش خبر یہ ہے کہ ٹورنٹو (کنیڈا) کی ایک مسلمان تنظیم "مسلم کمیونٹی آف ٹورنٹو" نے ایک پمفلٹ ہمارے پاس بھیجا ہے جس میں کنیڈا کے اخبارات کے عکسی تراشے بھی شامل ہیں ان تراشوں سے پتہ چلتا ہے کہ کنیڈا میں (SHRINERS) کے نام سے نقالوں اور مسخروں کی ایک تنظیم نے اسلامی شعائر اور اکابر اسلام کا مضحکہ اڑانے کی ایک ناپاک مہم شروع کی ہے یہ تنظیم سینکڑوں مسخروں، جوکروں اور میراثیوں پر مشتمل ایک ٹیم بنا کر عام سڑکوں پر پریڈ کرتی ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے تو اپنے بینڈ ماسٹروں کو عربوں کے ڈھیلے ڈھالے لباس پہنائے جو عقال اور مشلے پر مشتمل ہیں تاکہ یہ لوگ مسلمان ظاہر ہوں اور باقی مسخروں کو اونچی ترکی اور مصری ٹوپیاں پہنائی گئی ہیں۔ ان ٹوپیوں میں سے ہر ایک پر کوئی عربی نام یا لفظ نمایاں طریقے سے لکھا گیا ہے جو اس مسخرے کا نام ہے جس نے وہ ٹوپی پہن رکھی ہے۔ اس

طرح کسی ٹوپی پر مکہ ، کسی پر مدینہ ، کسی پر صلاح الدین ایوبی ، کسی پر ابو بن ادھم ، کسی پر جبرائیل علیہ السلام اور کسی پر سرکار دوعالم ﷺ کا اسم گرامی تحریر ہے اور اخلاق و شرافت کے ایک دشمن نے تو اپنے جسم کے ناپاک ترین حصے پر ''خانہ کعبہ'' کا نام لکھ کر رزالت اس کمینگی میں بد ترین جانوروں کو بھی مات کر دیا ہے اور پھر جو کروں اور بھانڈوں کی اس انسانیت سوز پریڈ کا مجموعی نام ''القرآن'' رکھا گیا ہے۔(۳۷)

یہ چند واقعات جو اسلام اور اکابر اسلام کی توہین اور شعائر اسلام کے استہزاء کے متعلق بیان کیے گئے ہیں۔ اسلامی ثقافت پر حملہ اور یلغار کی وہ ناپاک سعی ہے جو یہود و ہنود کے دلوں میں صدیوں سے پرورش پا رہی ہے اور وہ اسے نہایت منظم، سائنٹفک اور تکنیکی طریقے سے استعمال میں لا رہے ہیں جس کے نتائج و عواقب سے سادہ لوح مسلمانوں کی اکثریت بے خبر ہے لہذا تمام اسلامی ریاستوں کے فرمانرواؤں، مسلم سکالرز، علماء اور دانشور طبقہ پر لازم ہے کہ وہ اس فتنے کے فوری سد باب کیلئے اپنا اثر رسوخ اور توانائیاں صرف کریں اور اس فتنے کی کارستانیوں کا پول کھول کر عوام کو اس کے دفاع کیلئے چوکس و مستعد بنائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یایھاالذین امنوا لا تحلوا شعائراللہ(۳۸)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو خدا پرستی کی نشانیوں کو بے حرمت نہ کرو۔

اس آیت مقدسہ میں وردشدہ حکم واضح ہے۔ جہاں اہل ایمان کو شعائر اللہ کی بے حرمتی کرنے سے منع کیا گیا ہے وہاں ان سے یہ توقع رکھنا بھی عبث ہے کہ وہ شعائر اللہ کی تضحیک واستہزاء کو برداشت کرلیں۔ شعائر اللہ سے مراد وہ تمام علامات یا نشانیاں ہیں جو شرک و کفر اور دہریت کے بالمقابل خالص خدا پرستی کے مسلک کی نمائندگی کرتی ہوں۔

امت مسلمہ کے تمام علماء و فضلا ور دانش وروں کا یہ اجتماعی فریضہ ہے کہ وہ اس عظیم فتنے کے سد باب اور دفاع کیلئے اپنی تحریری اور تقریری قوتیں عمل میں لائیں۔حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال جاھدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم(۳۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین سے اپنی جان و مال اور

زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔

شعائراللہ کی تعظیم بجا لانا اللہ کے متقی وصالحین بندوں کا بنیادی وصف ہے تو ایسی ثقافت جس کا خمیر تقویٰ اور عفت و عصمت سے اٹھایا گیا ہو تو وہ شعائر اللہ کی تضحیک و توہین کو کیسے برداشت کرسکتی ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب(۴۰)

اور جو شخص شعائراللہ کا ادب و تعظیم کرے گا تو وہ دلوں کے تقوی کی بنا پر کرے گا۔

جغرافیائی سرحدوں کا دفاع: آزادی انعامات خداوندی میں سے ایک بڑی نعمت ہے اور غلامی و محکومی اس کی سزاؤں میں سے ایک بڑی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو آزاد پیدا کیا ہے تاکہ وہ اس کی عبادت و بندگی کریں۔ کسی مخلوق کی بندگی اس کا نصب العین نہیں۔ اسی لئے دنیا کے اندر رائج شدہ آقا اور غلام کا تصور اسلام نے تدریجاً ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جزا اور سزا کے ضوابط و اصول مقرر کررکھے ہیں اور ان اصولوں کے مطابق وہ نعمتیں بھی عطا کرتا ہے اور سزا بھی دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں ان اصولوں کو سنت الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان اصولوں میں نہ تو کسی تبدیلی کی گنجائش ہے اور نہ ہی ترمیم کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا. ولن تجد لسنت اللہ تحویلاً.(۴۱)

تم اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم کبھی نہ دیکھو گے کہ اللہ کی سنت کو اس کے مقرر راستے سے کوئی طاقت پھیر سکتی ہے

اللہ تعالیٰ اپنی تمام نعمتیں بشمول آزادی ان اقوام کو عطا کرتا ہے جو ان کی طلب رکھتی ہوں، ان کی قدر و قیمت جانتی ہوں اور جو اس کی حفاظت و صیانت کی اہل بھی ہوں۔ ارشاد خداوندی ہے:

ذلک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھاعلی قوم حتی یغیروا مابانفسھم(۴۲)

یہ اللہ کی اس سنت کے مطابق ہوا کہ وہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے طرز عمل کو نہیں بدل دیتی۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان اللہ لایغیر مابقوم حتی یغیروا ما بانفسھم(۴۳)
حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کی حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔
جو افراد یا قوم آزادی کی طلب ،قدر اور حفاظت سے عاری ہوجائیں تو یہ نعمت بہت جلد ان سے چھین لی جاتی ہے۔ارشادخداوندی ہے۔
واذتاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید(۴۴)
اور تمہارے رب نے خبردار کردیا تھا کہ اگر شکر گزار بنوگے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفران نعمت کروگے تو میری سزا بہت سخت ہے۔

ان احکاماتِ قرآنی کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ خطہِ پاکستان پر مشتمل جغرافیائی سرحدیں جو ہمیں آزادی کی صورت میں اللہ تعالی نے بطور نعمت عطا فرمائی ہیں۔ ان کی حفاظت ونگہداشت کرنا ہمارا اولین فریضہ ہے۔ نیز ہمیں اللہ تعالی کی اس نعمت پر شکر گزاری کرنی چاہیے تاکہ وہ ہم کو اپنے مزید انعامات سے نوازے۔

مملکت پاکستان کی بنیاد واساس دین اسلام ہے اس لئے اس کی سرحدوں کی حفاظت درحقیقت دین اسلام کی حفاظت ہے۔ پاکستان کا وجود ہندوؤں ،یہودیوں ،انگریزوں اور دیگر تمام اسلام دشمن طاقتوں کے دل میں کانٹا بن کر کھٹک رہا ہے اور یہ طاغوتی قوتیں اس مملکت خداداد کو نقصان پہنچانے کیلئے ہر وقت مستعد رہتی ہیں۔ لہذا ہمیں خدا کے دین کی حفاظت کیلئے ان قوتوں کے مذموم عزئم کو خاک میں ملانے کیلئے ہمیشہ مستعد وچوکس رہنا چاہیے۔

اسلام دنیا میں امن وسلامتی کو قائم کرنے کا داعی ہے۔ وہ کسی دوسری ریاست پر بلا جوازجارحانہ کاروائی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کے احکام یہ ہیں کہ آس پاس کے ممالک اور اقوام سے دوستانہ تعلقات استوار کیے جائیں مگر ساتھ ہی اس کی یہ تعلیم بھی ہے کہ اپنی سرحدوں کی حفاظت اور ان کے دفاع کا بھی مؤثر انتظام لازمی طور پر کیا جائے۔لہذا یہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ سرحدوں کی حفاظت کا باقاعدہ انتظام کرے۔

اسلامی ریاست پر دفاع کی جو عظیم ذمہ داری اللہ تعالی نے عائد کی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم نے تمام معاملات میں تحمل وبرداشت کا

درس دیا ہے مگر ایسے کسی حملے کو براداشت کرنے کی تعلیم نہیں دی جو دین اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں پر اسلام کے سوا کوئی دوسرا نظام مسلط کرنے کیلئے ان کے دیار پر کیا جائے۔ بلکہ سختی کے ساتھ یہ حکم دیا ہے کہ جو کوئی تمہارے انسانی حقوق چھیننے کی کوشش کرے تم پر ظلم و ستم ڈھائے۔ تمہاری جائز ملکیتوں سے تم کو بے دخل کرے۔ تم سے ایمان و ضمیر کی آزادی سلب کرے۔ تمہیں اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کرنے سے روکے تمہارے اجتماعی نظام کو درہم برہم کرنا چاہے اور اس وجہ سے تمہارے درپے آزار ہو کہ تم اسلام کے پیرو ہو تو اس کے مقابلے میں ہرگز کمزوری نہ دکھاؤ اور اپنی پوری طاقت اس کے ظلم کو دفع کرنے میں صرف کردو۔ ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔ اس لئے کہ قتل اگرچہ برا ہے مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا ہے اور مسجد حرام کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑیں تم بھی نہ لڑو مگر جب وہ وہاں لڑنے سے نہ چوکیں تو تم بھی بے تکلف انہیں مارو کہ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے پھر اگر وہ باز آجائیں تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کیلئے ہوجائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔ ماہ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا لہذا جو تم پر دست درازی کرے تم بھی اسی طرح اس پر دست درازی کرو البتہ اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان رکھو کہ اللہ ان ہی لوگوں کے ساتھ ہے جو اس کی حدود توڑنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ (۴۵)

حفاظت دین اور مدافعت دیار اسلام کا حکم ایسا سخت ہے کہ جب کوئی قوت اسلام کو مٹانے اور اسلامی نظام کو فنا کرنے کیلئے حملہ آور ہو تو تمام مسلمانوں پر فرض عین ہوجاتا ہے کہ سب کام چھوڑ کر اس کے مقابلہ پر نکل آئیں اور جب تک اسلام اور اسلامی نظام کو اس خطرہ سے محفوظ نہ کرلیں اس وقت تک چین نہ لیں چنانچہ فقہ کی تمام کتابوں میں یہ حکم موجود ہے کہ جب دشمن دارالاسلام پر حملہ کرے تو ہر مسلمان پر فرداً فرداً دفاع کا فرض ایسی قطعیت کے ساتھ عائد ہوجاتا ہے جیسے نماز اور روزہ۔

علامہ کاسانی کی مایۂ ناز کتاب بدائع الصنائع کے حوالے سے مولانا ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

اما اذا عم النفیر بان هجم العدوعلی بلد فهو فرض یفترض علی کل واحد من احاد المسلمین ممن هو قادر علیه فاذا عم النفیر لا یتحقق القیام به الا با لکل فبقی فرضا علی الکل عینا بمنزلة الصوم والصلواة فیخرج العبد بغیر اذن مولاه والمراة بغیر اذن زوجها لان منافع العبد والمراة فی حق العبادات المفروضة عینا مستثناة عن ملک المولی والزوج شرعاکما فی الصوم والصلواة وکذا یباح للولد ان یخرج بغیر اذن والدیه لان حق الوالدین لا یظهر فی فروض الاعیان کالصوم والصلواة(۴۶)

ترجمہ: مگر جب اعلان عام ہوجائے کہ دشمن نے ایک اسلامی ملک پر حملہ کیا ہے تو پھر جہاد فرض عین ہوجاتا ہے اور ہر مسلمان پر جو جہاد کی قدرت رکھتا ہو فرداً فرداً اس کی فرضیت عائد ہوجاتی ہے نفیر عام ہونے کے بعد تو ادائے فرض کا حق بغیر اس کے پورا ہوتا ہی نہیں کہ سب کے سب جہاد کرنے کیلئے کھڑے ہوجائیں۔ اس وقت وہ سب مسلمانوں پر اسی طرح فرض عین ہوجاتا ہے جیسے روزہ اور نماز۔ پس غلام کو بغیر اپنے آقا کی اجازت کے اور عورت کو بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے نکلنا چاہیے کیونکہ ان عبادات میں جو فرض عین ہیں غلام اور بیوی کی خدمات آقا اور شوہر کی ملک سے مستثنیٰ ہیں جیسے نماز اور روزہ۔ اسی طرح بیٹے کیلئے مباح ہوجاتا ہے کہ وہ بغیر والدین کی اجازت کے نکل کھڑا ہو کیونکہ روزہ نماز جیسے فرض اعیان میں والدین کا حق اثر انداز نہیں ہوسکتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل صاحب نہایہ نے ذخیرہ سے جو نقل کی ہے شامی کے حوالے سے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

ان الجهاد اذا جاء النفیر انما یصیر فرض عین علی من یقرب من العدو فاما من وراء هم ببعد من العدو فهو فرض کفایة علیهم حتی یسعهم ترکه اذا لم یحتج الیهم فان احتیج الیهم بان عجز من کان یقرب من العدو عن المقاومة مع العدو اولم یعجزوا عنها لکنهم تکاسلوا ولم یجا هدوا فانه یفترض علی من یلیهم فرض عین کالصلواة والصوم لا یسعهم ترکه ثم وثم الی ان یفترض علی جمیع اهل الاسلام شرقاً وغرباً علی هذا التدریج نظیره الصلواة علی المیت ان کان الذی یبعد من المیت یعلم ان اهل

محلته يضيعون حقوقه اويعجزون عنه كان عليه ان يقوم بحقوقه كذاهنا (۴۷)

واقعہ یہ ہے کہ جب نفیر ہو تو جہاد فرض عین صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو دشمن سے قریب ہوں۔ رہے وہ لوگ جو دشمن سے دور ہوں تو ان پر فرض کفایہ رہتا ہے یعنی اگر ان کی مدد کی ضرورت نہ ہو تو وہ شرکت جہاد سے باز بھی رہ سکتے ہیں لیکن اگر ان کی مدد کی ضرورت پڑ جائے خواہ اس وجہ سے کہ جولوگ دشمن سے قریب تھے وہ مقابلہ سے عاجز ہوگئے یا اس وجہ سے کہ وہ عاجز تو نہ ہوئے مگر انہوں نے سستی کی اور پوری کوشش سے مقابلہ نہ کیا تو اس صورت میں جہاد آس پاس کے لوگوں پر ویسا ہی فرض عین ہوجاتا ہے جیسے نماز اور روزہ کہ اسے چھوڑنا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا پھر ان لوگوں پر جو ان سے قریب ہوں، پھر ان پر جو ان سے قریب ہوں یہاں تک کہ از شرق تا غرب تمام اہل اسلام پر اسی تدریج کے ساتھ فرض ہوتا چلا جاتا ہے اس کی نظیر نماز جنازہ ہے کہ جو شخص میت سے دور ہو اگر اسے معلوم ہو کہ اس کے اہل محلہ اس کے حقوق ادا نہیں کرتے یا ادا کرنے سے عاجز ہیں تو اس کیلئے ضروری ہوجاتا ہے کہ خود اس کے حقوق ادا کرے (یعنی اس کی تجہیز و تکفین کرے) یہی صورت یہاں بھی ہے۔

اسلام میں دفاع کی غیر معمولی اہمیت واضح ہوجانے کے بعد ایک اسلامی ریاست کیلئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ وہ اس اہم فریضے سے چشم پوشی کرے۔ اس مقصد کیلئے اسلامی ریاست مجاہدین و مرابطین کا منظم ادرہ قائم کرتی ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت اس انداز اور طریقے سے کرتی ہے کہ وہ اپنی مملکت کی سرحدوں کی پاسبانی کی خاطر قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ دشمن کو اپنے جارحانہ عزائم سے روکنے کیلئے یہ ازحد ضروری ہے کہ مجاہدین و مرابطین کو جدید سامان حرب و ضرب سے لیس کیا جائے۔ پیشہ ورانہ اور جنگی تربیت میں مہارت تامہ رکھتے ہوں تاکہ سرحدوں اور دفاعی مورچوں کی حفاظت و نگہداشت بہتر طریقے سے کرسکیں۔ چنانچہ دشمن کو مرعوب و مغلوب کرنے اور سرحدوں کو ناقابل تسخیر بنانے کیلئے اسلامی ریاست کو اسلامی لائحہ عمل کے مطابق مندرجہ ذیل دفاعی امور پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

سامان حرب وضرب کی تیاری اور فراہمی: سامان حرب وضرب کی تیاری اور فراہمی کی اہمیت اسلام میں اس لئے بڑھ جاتی ہے کہ کفر اور اسلام کے درمیان دائمی جنگ اور عداوت قائم ہے۔ کیونکہ اسلام کفر کو ختم کرنے کا پروگرام لے کر آیا ہے اس لئے ان کے درمیان ٹکراؤ ایک فطری امر ہے۔ اسلام دنیا کے تمام باطل نظاموں پر اپنا پورا غلبہ چاہتا ہے چنانچہ اس دین کے غلبہ کیلئے ضروری ہے کہ ہم مسلسل اس کو غالب کرنے کیلئے سرگرم عمل رہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن جابررضی اللہ عنہ بن سمرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یبرح ھذا الذین قائماً یقاتل علیہ عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة (۴۸)

حضرت جابرؓ بن سمرة سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور اس کیلئے مسلمانوں کی ایک جماعت (کافروں) سے قیامت تک لڑتی رہے گی۔

اسلام کے غلبے اور کفر و باطل کی قوتوں کو مغلوب کرنے کیلئے جہاد کی تیاری کرنا ایک ناگزیر امر ہے اس لئے عسکری استعداد کے سلسلے میں قرآن حکیم میں مسلمانوں کو نہایت بلیغ انداز میں یہ حکم دیا گیا ہے۔

واعدوالھم مااستطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم واخرین من دونھم . لا تعلمونھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من شئی فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون (۴۹)

اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کیلئے تیار رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوفزدہ کردو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کروگے اس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہوگا۔

اس آیت مقدسہ میں مسلمانوں کو جنگی تیاری کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی تشریح و تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں:

مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے پاس سامان جنگ اور ایک مستقل فوج (

(Standing Army) ہر وقت تیار رہنی چاہیے تاکہ بوقت ضرورت فوراً جنگی کاروائی کرسکو یہ نہ ہو کہ خطرہ سرپر آنے کے بعد گھبراہٹ میں جلدی جلدی رضاکار اور اسلحہ اور سامان رسد جمع کرنے کی کوشش کی جائے اور اس اثناء میں کہ یہ تیاری مکمل ہو دشمن آپنا کام کرجائے (۵۰)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مذکورہ آیت مبارکہ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ آیت میں اسلام کے دفاع اور کفار کے مقابلے کیلئے تیاری کے احکام ہیں۔ یعنی سامان جنگ کی تیاری کے ساتھ" ما استطعتم " کی قید لگا کر یہ اشارہ فرمادیا کہ تمہاری کامیابی کیلئے یہ ضروری نہیں کہ تمہارے مقابل کے پاس جیسا اور جتنا سامان ہے تم بھی اتنا ہی حاصل کرلو بلکہ اتنا کافی ہے کہ اپنی مقدور بھر جو سامان ہوسکے وہ جمع کر لو تو اللہ تعالی کی نصرت وامداد تمہارے ساتھ ہوگی۔

اس کے بعد اس سامان کی کچھ تفصیل اس طرح فرمائی من قوۃ یعنی مقابلے کی قوت جمع کرو اس میں تمام جنگی سامان اسلحہ، سواری وغیرہ بھی داخل ہیں اور اپنے بدن کی ورزش، فنون جنگ کا سیکھنا بھی، قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانہ کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ قوت کا عام لفظ اختیار فرماکر اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ یہ قوت ہر زمانہ اور ہر ملک ومقام کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے۔اس زمانہ کا اسلحہ تیر تلوار نیزے تھے اس کے بعد بندوق توپ کا زمانہ آیا پھر اب بموں اور راکٹوں کا وقت آگیا۔ لفظ قوت ان سب کو شامل ہے۔اس لئے آج کے مسلمانوں کو بقدر استطاعت ایٹمی قوت ٹینک اور لڑاکا طیارے، آبدوز کشتیاں جمع کرنا چاہییں کیونکہ یہ سب اسی قوت کے مفہوم میں داخل ہیں اور اس کیلئے جس علم وفن کو سیکھنے کی ضرورت پڑے وہ سب اگر اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعے سے اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کا اور کفار کے مقابلے کا کام لیا جائے گا تو وہ بھی جہاد کے حکم میں ہے (۵۱)

ممتاز سکالر، مفکر وسیرت نگار اور تلمیذ القرآن ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے سامان حرب وضرب کی غیر معمولی اہمیت کے سلسلہ میں مذکورہ آیہ جلیلہ سے بڑا جاندار اور وزنی بلکہ مبنی برحقیقت استدلال پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اس آیہ جلیلہ میں قوت اور گھوڑے علامت یا سمبل (Symbal) کے طور پر استعمال

کیے گئے ہیں۔ نزول قرآن حکیم کے عہد میں یا اس سے پہلے نہ تو ایٹمی قوت و توانائی اور نہ نیو کلیائی ہتھیار ہی ایجاد ہوئے تھے نیز جنگی جہاز، آبدوزیں، میزائل، توپیں، گولے راڈار وغیرہ وغیرہ قیامت خیز ہتھیاروں سے بھی دنیا نا آشنا تھی لہذا قوت وخیل سے جدید دفاعی وحربی ہتھیار وغیرہ مراد لینا چاہیے۔ اس حکم الہی سے یہ فکر انگیز نتیجہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ جہاد کیلئے جس طرح قوت یعنی ایٹمی یا جوہری توانائی اور جدید ترین نیو کلیائی ہتھیاروں اور ان کی ٹیکنالوجی کا مہیا ہونا ناگزیر ہے اسی طرح ان کے نقل وحمل کے سامان کا ہونا بھی ناگزیر ہے ظاہر ہے سائنس وٹیکنالوجی سے آگاہی کے بغیر کوئی قوم نہ ایٹمی توانائی حاصل کرسکتی ہے نہ نیو کلیائی ہتھیار اور جدید ترین آلات ہی بنا سکتی ہے۔ نیز نہ وہ اس میدان میں ترقی یافتہ اقوام کی طرح ایجادات اور اختراعات ہی کرسکتی ہے۔ اگر یہ درست ہے اور یقیناً درست ہے کیونکہ اسے جھٹلانے کا کوئی منطقی جواز نہیں ملتا تو پھر یہ کہنا بھی درست ہوگا کہ مسلمانوں کی ایٹمی قوت و توانائی اور نیو کلیائی ہتھیاروں اور دیگر سائنسی و تکنیکی آلات سے محرومی اور ان کیلئے اغیار کی محتاجی ودست نگری کے ذمہ دار وہ دینی مدارس ہیں جن میں سائنس یا طبیعی اور جدید علوم نہیں پڑھائے جاتے اور نہ ان میں ٹیکنالوجی ہی سکھائی جاتی ہے۔ وہ مدارس بالخصوص جن میں قرآن حکیم کا نصاب تعلیم وتربیت شجرہ ممنوعہ ہے حتی کہ ان میں لوح وقلم کا داخلہ بھی ممنوع ہے۔ فارغ التحصیل طلباء مسلمانوں کے دینی پیشوا بنتے ہیں مسلم اقوام کو علم کی قوت سے محروم اور پس ماندہ و درماندہ رکھنے نیز انہیں ایٹمی ہتھیار اور ٹیکنالوجی کی دستیابی کیلئے اغیار کا محتاج ودست نگر بنانے کے ذمے دار ہیں۔ سورہ عصر کے حوالے سے اس صورت حال کا تجزیہ کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ساری مسلم اقوام خسارے میں ہیں اور اس ناقابل تلافی زیان مسلسل کی ذمہ داری ان مذہبی پیشواؤں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے سینکڑوں برس سے مسلمانوں کو سائنس وٹیکنالوجی اور دیگر جدید علوم اور لوح وقلم سے دیدہ دانستہ بے بہرہ رکھا ہے اور انہیں ایسا رکھنے پر مصر ہیں۔(۵۲)

دفاع کیلئے آیٹم بم اور میزائلوں کی اہمیت وضرورت: قرآن مجید کی سورۃ الانفال کی آیت ۶۰ میں دفاعی وحربی استعداد کے متعلق مفسرین وعلماء کرام کا نقطہ نظر معلوم کرنے کے بعد حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں ایٹمی اور جوہری ہتھیاروں کی ضرورت واہمیت

جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ جنگ میں تیروں کی جگہ گولیاں، ایٹم بم اور میزائل جیسے خطرناک قسم کے دور مار ہتھیار و آلات استعمال ہوں گے اور وہ فیصلہ کن کردار ادا کریں گے۔ یہ حکمت نبوی ﷺ ہی تھی جس نے دور مار ہتھیاروں کی غیر معمولی اہمیت کو بھانپ لیا اور مسلمانوں کو ان ہتھیاروں کی بناوٹ اور استعمال میں مہارت حاصل کرنے کی تاکید کی۔ آپ ﷺ کے بابرکت دور میں تیر ہی دور مار ہتھیار سمجھا جاتا تھا اس لئے آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو تیر اندوزی میں تجربہ اور مہارت پیدا کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر يقول واعدوالهم مااستطعتم من قوة الا ان القوة الرمى الا ان القوة الرمى الا ان القوة الرمى (۵۳)

حضرت عقبۃ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کافروں سے لڑنے کیلئے تم جس قدر اپنی قوت کو مضبوط کرسکو کرو خبردار رہو کہ قوت تیر اندازی ہے خبردار رہو کہ قوت تیر اندازی ہے خبردار رہو کہ قوت تیر اندازی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں "مااستطعتم من قوة" کے جو الفاظ آئے ہیں ان سے مراد تیر اندازی اور دور مار ہتھیاروں کی قوت ہے۔

قرآن وحدیث کے یہ نصوص اس بات پر شاہد ہیں کہ مسلمانوں کو جب تک دور مار ہتھیاروں کی اہمیت کا احساس وشعور رہا۔ ساری دنیا ان کی قوت کا لوہا مانتی رہی اور اقوام عالم ان سے مرعوب وخوفزدہ رہیں۔ نیز قرآن وحدیث کے مندرجہ بالا احکامات کا تقاضا ہے کہ ہم ان فرامین کی تعبیر ان کے مضمرات یعنی زندگی کے جدید تقاضوں اور علم وحکمت اور فن وہنر کے ارتقاء کو پیش نظر رکھ کر کریں۔

ہمارا ابدی دشمن ملک بھارت جدید سائنس اور ٹیکنالوجی حاصل کرکے ایٹمی طاقت بن چکا ہے اور اسی ایٹمی طاقت کے نشہ میں مست ہوکر کشمیر کے مسلمانوں پر ظلم و بربریت کا ایسا نمونہ پیش کررہا ہے جس سے انسانیت کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور دل سے خون کے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ یہودیوں کی چھوٹی سی ریاست اسرائیل نے اپنی ایٹمی

طاقت اور دور مار ہتھیاروں کی بدولت مشرق وسطی کے مسلم ممالک کا عرصہ حیات تنگ وتاریک کر رکھا ہے۔ لہذا وقت کا تقاضا ہے کہ ہم بحیثیت امت مسلمہ اللہ تعالی ور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل میں ایٹمی اور جوہری توانائی حاصل کریں۔ کیونکہ دشمن کی جارحیت کو روکنا اس کے بغیر ممکن نہیں۔ نیز جن مسلم ممالک کے پاس ایٹم بم اور جوہری ہتھیاروں کی استعداد موجود ہے، دوسری اقوام کو مرعوب وخوفزدہ رکھنے کی خاطر بلاتاخیر اپنی حربی وضربی اور دفاعی قوت کا بھرپور انداز میں مظاہرہ کرنا بھی از حد ضروری ہے کیونکہ مسلم قوم کی بقا کا یہی راز ہے

حضور ﷺ نے اپنے دور مسعود کے مروجہ ہتھیاروں اور اوزاروں کی تربیت اور ان کے طریقہ استعمال سے واقفیت کو صحابہ کرامؓ کیلئے لازمی قرار دیا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

عن عقبة بن عامر رضی اللّٰہعنہ قال سمعت رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم یقول ستفتح علیکم الروم ویکفیکم اللّٰہفلا یعجزو احدکم ان یلھو باسھمه(۵۴)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب تمہارے لئے روم کو فتح کیا جائے گا اور (روم کے شر سے) خدا تم کو کفایت کرے گا پس تم کو چاہیے کہ تم تیروں کے ساتھ کھیلنے میں سستی نہ کرو (یعنی تیراندازی کی خوب مشق کرو کہ روم والے تیروں کی لڑائی لڑتے ہیں)

وعنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہعلیہ وسلم یقول من علم الرمی ثم ترکه فلیس منا اوقدعصی(۵۵)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے تیر اندازی سیکھی اور پھر اسے چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا اس نے نافرمانی کی۔

حضور ﷺ اپنے عہد مبارک میں عسکری استعداد اور صلاحیت بڑھانے کی خاطر تیراندازوں کی نشانہ بازی منعقد کراتے تھے اور ایسے مقابلوں کو خود ملاحظہ فرماتے۔

عن انس بن مالک رضی اللّٰہعنہ قال کان ابو طلحة یتترس مع النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم بترس واحد وکان ابو طلحة حسن الرمی فکان

اذارمی تشرف النبی صلی اللّٰعلیه وسلم فینظر الی موضع نبله(۵۶)
حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ ایک ڈھال سے نبی ﷺ کا بچاؤ کر رہے تھے (یعنی تیر اندازی بھی کرتے جاتے تھے اور نبی ﷺ کی حفاظت بھی) اور حضرت ابو طلحہؓ اچھے تیر انداز تھے۔ جب وہ تیر پھینکتے تو نبی اکرم ﷺ جھانک کر دیکھتے کہ ان کا تیر کہاں جا کر پڑا ہے یا کس کو لگا ہے۔

ان تمام نصوص سے یہ سبق ملتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست وقت اور حالات کو مد نظر رکھ کر اپنی عسکری وحربی استعداد بڑھائے اور اپنی طاقت وقوت سے دشمنوں کو خوفزدہ رکھ کر ملکی وجغرافیائی سرحدوں کو محفوظ بنائے۔ جدید دور سائنس وٹیکنالوجی کا دور ہے جو قوم اس میدان میں پیچھے رہ گئی اور اس شعبہ میں پیش رفت نہ کر سکی وہ بہت جلد دوسری قوموں سے مغلوب ہوجائے گی۔ لہذا ایٹمی اور جوہری توانائی میں مہارت حاصل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے کیونکہ مؤثر دفاع اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب ہم طاقت اور قوت کے لحاظ سے اپنے حریف کے ہم پلہ ہوں۔

رباط (سرحدوں) اور دفاعی مورچوں کی حفاظت : شرعی اصطلاح میں رباط سے مراد دارالاسلام کی ان سرحدوں کی مدافعت وحفاظت ہے جو دارالکفر سے ملتی ہوں ان سرحدوں اور سرحدوں سے متصل علاقوں کی حفاظت اسلامی حکومت کی مستقل ذمہ داری ہے چونکہ یہ علاقے ہمیشہ دشمن کی زد میں رہتے ہیں اور ہر وقت ان پر دشمن کے حملے کا خطرہ رہتا ہے اس لئے ان کے تحفظ اور دفاع کیلئے مضبوط دستے درکار ہیں۔ جس طرح جہاد کرنے والے کو مجاہد کہا جاتا ہے اسی طرح رباط پر پہرہ دینے والے کو مرابط کہا جاتا ہے۔ یہ جہاد ہی کا ایک حصہ ہے اس کی فضیلت واہمیت بھی اسی قدر ہے جس قدر جہاد کی ہے(۵۷)

العدة شرح العمدة میں بہاؤالدین المقدسی نے لکھا ہے:

''مکمل رباط چالیس دن کی ہوتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کا یہی قول ہے۔ ابوالشیخ نے اپنی سند سے نبی ﷺ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ ''تمام **الرباط اربعون یوما**'' (رباط کا مکمل نصاب چالیس دن ہیں۔ اور جو شخص چالیس روز تک رباط (سرحدی چوکی کی حفاظت یا شہری دفاعی کی مہم) میں رہا اس کی رباط مکمل

ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگرد حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہؓ رباط سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا کتنے روز رباط میں گزرے؟ حضرت عبداللہ ﷺ نے بتایا۔ تیس (۳۰) روز۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے تم کو تاکید کی تھی کہ چالیس روز مکمل کرنے سے پہلے واپس نہ آنا۔ بہر حال جو شخص چالیس روز سے کم یا زیادہ بھی گزارے گا اسے اپنے عمل کا اجر اللہ کے ہاں ملے گا (۵۸)

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے حکم قرآنِ کے مطابق رباط سے مراد دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہونے اور ان پر اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھنے کیلئے ہمہ وقت جنگی تیاریاں اور اسلحہ وسامان حرب کی فراہمی بھی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ عسکری استعداد کا دوسرا نام ہے۔

عام طور پر رباط سے مراد اسلامی ریاست کی ان سرحدوں کی حفاظت ہے جو دشمن ملک کی حدود سے متصل ہوں لیکن موجودہ دور کی سائنسی ترقی کی بدولت فضائی جنگ نے رباط کی وسعت میں اضافہ کردیا ہے کیونکہ بمبار جہازوں کے ذریعے ہر جگہ فضائی حملے ہوسکتے ہیں۔ اس لحاظ سے جن مقامات پر دشمن کے حملوں کا خطرہ ہو ان کی حفاظت بھی رباط کے حکم میں آئے گی۔ کیونکہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس جگہ پر ایک مرتبہ دشمن کا حملہ ہوجائے وہ چالیس سال کیلئے رباط کے حکم میں داخل ہوجاتی ہے اور جس جگہ پر دومرتبہ حملہ ہوجائے وہ ایک سوبیس سال کیلئے اور جس پر تین مرتبہ حملہ ہوجائے وہ ہمیشہ کیلئے رباط شمار ہو گی خواہ وہ جگہ سرحد میں شمار ہوتی ہو یا سرحد سے دور ہو (۵۹)

پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ہونے والی ماضی کی جنگوں میں پاکستان کے بہت سے شہر دشمن کے ہوائی حملوں کا نشانہ بنے جبکہ لاہور، سیالکوٹ، سرگودھا، پشاور اور کراچی میں ان حملوں سے کافی جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا چنانچہ ان شہروں کی حفاظت کیلئے کیا جانے والا ہر عمل رباط میں شمار ہو گا۔

مرابطین کے فضائل : رباط پر پہرہ دینے والوں کو مرابطین کہا جاتا ہے۔ مرابطین کے بھی وہی فضائل ہیں جو مجاہدین کیلئے ہیں۔ مرابطین چونکہ سرحدوں کو دشمنوں کی یلغار سے محفوظ رکھنے کیلئے تعینات کئے جاتے ہیں۔ اس لئے موضوع کی مناسبت سے ان کے چند

فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔
حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:
رباط یوم فی سبیل اللّٰہ خیر من الدنیا ومافیھا (۶۰)
خدا کی راہ میں ایک دن پہرہ دینا تمام دنیا اور مافیہا سے افضل ہے۔
حضرت سلمان فارسیؓ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ان الفاظ میں بیان کیا ہے:
رباط یوم ولیلۃ فی سبیل اللّٰہخیر من صیام شھر وقیامہ وان مات جدی علیہ عملہ الذی کان یعملہ واجری علیہ رزقہ وامن الفتان (۶۱)
ایک دن اور ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں چوکیداری ایک ماہ کے روزوں اور شب بیداری سے بہتر ہے اور اگر وہ گروہ چوکیداری کی خدمت انجام دیتا ہوا مارا جائے تو اس کے عمل کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے جس میں وہ مشغول تھا اور اس کا رزق جاری رہتا ہے اور فتنہ میں ڈالنے والے (یعنی عذاب قبر کے فرشتے یا دجال) سے امن میں رہتا ہے۔
عن فضالۃ بن عبیدؓ عن رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم قال کل میت یختم علی عملہ الا الذی مات مرابطا فی سبیل اللّٰہ فانہ ینمی لہ عملہ الی یوم القیامۃ ویامن فتنۃ القبر (۶۲)
حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہر شخص کا عمل مرنے کے بعد ختم ہوجاتا ہے مگر اس شخص کا عمل جو خدا کی راہ میں محافظت کرتا ہوا مرے اس کے عمل کا ثواب قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے بھی مامون رہتا ہے۔
عن ابن عباس رضی اللّٰہعنہ قال قال رسول اللّٰہصلی اللّٰہ علیہ وسلم عینان لا تمسھما النار عین بکت من خشیۃ اللّٰہ وعین باتت تحرس فی سبیل اللّٰہ (۶۳)
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے اشکبار ہوئی ہو اور دوسری وہ آنکھ جس نے خدا کی راہ میں نگہبانی کرتے ہوئے رات گزار دی ہو۔
عن انس بن مالک رضی اللّٰہعنہ عن النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم قال لغدوۃ فی سبیل اللّٰہ او روحۃ خیر من الدنیا ومافیھا (۶۴)
حضرت انس بن مالکؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا

کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام گشت کرنا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔
حضرت ابو عبسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللّٰہ فتمسه النار (٦٥)

جس شخص کے پاؤں اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلتے چلتے غبار آلود ہو جائیں تو ان کو آگ نہیں چھوئے گی۔
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یجتمع علی عبد غبار فی سبیل اللّٰہ ودخان جهنم (٦٦)

اللہ کی راہ میں بندے کے بدن کا غبار اور دوزخ کا دھواں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ بن عفانؓ ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپؓ نے خطبے کے دوران فرمایا کہ لوگو! میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ اس حدیث میں آپ نے فرمایا:

حرس لیلة فی سبیل اللّٰہ تعالیٰ افضل من الف لیلة یقام لیلها ویصام نهارها (٦٧)

اللہ کی راہ میں ایک رات کا پہرہ دینا ایسی ہزار راتوں سے افضل ہے جن میں دن کو روزے رکھے جائیں اور رات کو قیام کیا جائے۔
حضور اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

من مات مرابطاً فی سبیل اللّٰہ اجراللّٰہ له اجرالذی کان یعمل اجرصلاته وصیامه ونفقته ووقی من فتان القبر وامن من الفزع الاکبر (٦٨)

جو راہ خدا میں پہرہ دیتے ہوئے مر گیا اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کے اجر کو ہمیشہ کیلئے جاری رکھے گا۔ اس کی نمازوں کا اجر، اس کے روزوں کا اجر اس کے انفاق کا اجر اور اسے قبر کے فتنے سے محفوظ رکھا جائے گا اور وہ قیامِ کی بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا۔

یہ تھے مرابطین کے فضائل جن کی خبر سپہ سالار اسلام حضرت رسول اکرم ﷺ نے رباط پر متعین خوش نصیبوں کیلئے دی۔ انہی فضائل کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا تھا کہ اللہ کی راہ میں ایک روز کا رباط مجھے ایسی لیلۃ القدر سے زیادہ محبوب ہے جو مسجد حرام یا مسجد نبوی میں نصیب ہو (٦٩)

ذہنی وفکری تربیت کا اہتمام: یہ ایک حقیقت ہے کہ جنگ کی مکمل تیاری اور مضبوط دفاع ملکی اور قومی سالمیت وبقا کے ضامن ہیں اس لئے جنگ کی تیاری میں معمولی سی کوتاہی قومی وملی ذلت اور رسوائی کا سبب بن سکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو کفار ومشرکین کے عزائم سے متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

ودالذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ(۷۰)

کفار اس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔

اس حکم قرآنی کا منشا یہ ہے کہ جنگ کی تیاری کے سلسلے میں مادی سامان واسباب سے لاپرواہی نہ برتی جائے لیکن اسلام اس سلسلے میں مادی سامان واسباب کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی ذہنی وفکری تیاری پر بھی زور دیتا ہے تاکہ وہ اپنے دفاعی فرائض پوری دل جمعی سے ادا کرسکیں اور ان کے سامنے فرائض کی انجام دہی کا مقصد واضح ہو۔چنانچہ ایک اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں میں بالعموم اور مجاہدین میں بالخصوص قتال کی تیاری کی رغبت پیدا کرے۔قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر ﷺ کو مخاطب فرماتے ہوئے یہ حکم دیا:

یایھاالنبی حرض المؤمنین علی القتال(۷۱)

اے نبی ﷺ مومنوں کو جنگ پر ابھارو۔

اس آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کو جہاد کیلئے ابھارا گیا ہے۔قرآن وحدیث میں متعدد مقامات پر مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب کے احکام ملتے ہیں۔پھر اس مقدس فریضے کی ادائیگی کے صلے میں بےشمار انعام واکرام سے مجاہدین کو نوازا جاتا ہے۔اسلام جہاں مسلمانوں میں جذبہ جہاد ابھارتا ہے وہاں ان کے دلوں سے موت کا خوف بھی ختم کرتا ہے اور دنیا اور آخرت کے متعلق ان کی سوچ کا زاویہ بھی درست کرتا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے۔

قل متاع الدنیاقلیل والاخرۃ خیر لمن اتقی ولا تظلمون فتیلاً این ماتکونوا یدرککم الموت ولوکنتم فی بروج مشیدۃ.(۷۲)

اے نبی ﷺ ان سے کہو دنیا کا سرمایہ زندگی تھوڑا ہے اور آخرت ایک خدا ترس انسان کیلئے

زیادہ بہتر ہے اور تم پر بال برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ رہی موت تو جہاں بھی تم ہو وہ بہرحال تمہیں آکر رہے گی خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو۔

ذہنی وفکری تیاری کے نتیجے میں مسلمان مجاہدین اللہ کی وحدانیت اور رسالت محمدی ﷺ پر پختہ یقین وایمان کا قومی ہتھیار لے کر میدان جہاد میں اتر کر اپنے سچے سپاہی ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں بیان ہوا ہے۔

انما المؤمنون الذین امنوا باللّٰہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ اولئک ھم الصدقون (۷۳)

بے شک مومن لوگ تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور پھر وہ کسی شک وشبے کا شکار نہیں ہوئے اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ایسے ہی لوگ ہیں جو سچے (ایماندار) ہیں۔

نظریاتی تربیت ہی سے مسلمان اس دنیا کو دارالعمل قرار دیتا ہے اور آخرت کو جزا وسزا کا مقام سمجھ کر ابدی زندگی کیلئے کوشاں ہوتا ہے اور بے خوف وخطر ہو کر معرکہ کارزار میں کود پڑتا ہے۔

قتال (جہاد) فی سبیل اللہ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قاتل فی سبیل اللّٰہ فواق ناقۃ قدوجبت لہ الجنۃ (۷۴)

جس شخص نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کے دودھ دوھنے کے درمیانی وقفہ کی مقدار جنگ کی اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

عن انس رضی اللّٰہعنہ قال انطلق رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم واصحابہ حتی سبقوا المشرکین الی بدر وجاء المشرکون فقال رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم قوموا الی جنۃ عرضھاالسموات والارض قال عمیر بن الحمام بخ بخ فقال رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم ما یحملک علی قولک بخ بخ؟ قال لاواللّٰہ یارسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم رجاء ان اکون من اھلھا قال فانک من اھلھا قال فاخرج تمرات من قرنہ فجعل یاکل منھن ثم قال لئن انا حییت حتی اکل تمراتی انھالحیواۃ طویلۃ قال فرمی بماکان معہ من التمرثم قاتلھم حتی قتل (۷۵)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ مدینہ منورہ سے روانہ

ہوئے اور بدر میں مشرکوں سے پہلے پہنچ گئے اور پھر مشرک لوگ آئے۔رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو مخاطب کر کے فرمایا جنت کی طرف جانے کیلئے کھڑے ہوجاؤ۔ہاں (اس جنت کے راستے پر) جس کی چوڑائی آسمان وزمین کی مانند ہے۔ عمیر بن حمامؓ نے (یہ سن کر) کہا خوب خوب۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم نے یہ الفاظ کیوں کہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے خدا کی میرا اور کوئی مقصد ان الفاظ سے نہیں ہے بلکہ میں یہ آرزو رکھتا ہوں کہ میں جنت والا ہوجاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو جنتی ہے۔راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد عمیرؓ نے اپنے ترکش سے کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانا شروع کیا مگر پھر سوچا کہ اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ ایک طویل زندگی ہوگی یہ کہہ کر اس نے باقی کھجوروں کو پھینک دیا اور پھر مشرکوں سے لڑا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔

اس لحاظ سے اسلامی ریاست کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو جہاد وقتال کیلئے آمادہ کرے کیونکہ جذبہ جہاد ہی کسی قوم کو زندہ رہنے کے قابل بناتا ہے۔خاص طور پر مجاہدین جو دفاع کے شعبہ سے منسلک ہیں نظریاتی تربیت کی بدولت ہی وہ اسلام کے حقیقی اور سچے سپاہی ثابت ہوسکتے ہیں اور ارض مقدس کی سرحدوں کے بہترین محافظ بن سکتے ہیں۔

بین الاقوامی تعلقات کا اسلامی ریاست کے دفاع میں کردار

اسلامی ریاست کے دفاع میں بین الاقوامی تعلقات کا کردار ضبط تحریر میں لانے سے پہلے ضروری ہے کہ بین الاقوام کی اصطلاح واضح کی جائے۔ دراصل بین الاقوامی یا بین الاقوام کی اصطلاح یورپی ممالک کی ایجاد ہے۔ عربی زبان کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا کوئی بھی فرد اس اصطلاح کے مروجہ مفہوم سے اتفاق نہیں کرے گا۔ کیونکہ اسلام نے رنگ، نسل، وطن ،زبان، معیشت اور سیاست کی بنیادوں کو جن پر دنیا کی مختلف قومیتوں کی عمارتیں قائم کی گئیں تھی، مسمار کردیا اور خالص عقلی بنیادوں پر ایک نئی قومیت کی تعمیر کی۔ اس قومیت کی بناء مادی اور ارضی امتیاز پر نہیں بلکہ روحانی اور جوہری امتیاز پر ہے۔ اس نے انسان کے سامنے ایک فطری صداقت پیش کی جس کا نام اسلام ہے اس نے خدا کی بندگی وطاعت، نفس کی پاکیزگی وطہارت، عمل صالح اور پرہیزگاری کی طرف ساری نوع انسان کو دعوت دی پھر کہہ دیا کہ جو اس دعوت کو قبول کرے وہ ایک قوم ہے اور جو اس کو رد کرے

وہ دوسری قوم ہے۔ دعوت کو قبول نہ کرنے والی قوم کافروں اور گمراہوں کی ہے۔اور دعوت کو قبول کرنے والی قوم مؤمنوں اور مسلمانوں کی ہےاور اس کے سب افراد ایک امت ہیں۔ یہ وہ امت نہیں ہے جو ناکارہ جڑی بوٹیوں کی طرح پیدا ہوگئی ہو بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے امت وسط کے لقب سے نوازا ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وکذٰلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً(٧٦)

اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر ﷺ (آخری الزمان) تم سب پر گواہ بنیں۔

اس وضاحت سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ مسلمان جغرافیائی لحاظ سے جس خطۂ ارضی پر سکونت پذیر ہیں خواہ ان کے درمیان لاکھوں میل کی مسافتیں ہوں وہ ایک قوم ہیں اوران کیلئے بین الاقوام کی اصطلاح استعمال کرنا درست نہیں بلکہ بین الممالک یا بین الریاستیں کا استعمال صحیح ہوگا۔اسلامی ریاست کے دفاع میں بین الممالک تعلقات کا کردار واضح کرنے کی خاطر اسے دو عنوانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی بلادِ اسلامیہ کے ساتھ تعلقات اور غیر اسلامی ممالک کے ساتھ تعلقات۔

موجودہ دور کی حیرت انگیز سائنسی ایجادات نے دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے انسانوں کو ایک دوسرے کے اتنا قریب کردیا ہے کہ آج پوری دنیا ایک بہت بڑے خاندان کی مانند ہے۔ ہر شخص دوسرے کو متاثر کرتا ہے اور کسی ایک ملک میں معاشی، معاشرتی یا سیاسی بحران یا کوئی دوسری آفت نازل ہوجائے تو باقی ماندہ دنیا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔اسی طرح ضروریات زندگی اور مسائل حیات اتنے پیچیدہ ہوگئے ہیں کہ کوئی ملک تنہا نہ برقرار رہ سکتا ہے اور نہ ہی اپنے تئیں خود کفیل ہوسکتا ہے۔اس لئے قدم قدم پر ایک دوسرے پر انحصار زندگی کا دستور بن گیا ہے۔

ممالک کے درمیان تعلقات عام طور پر سیاسی، معاشی اور سماجی قسم کے ہوتے ہیں۔ ریاستوں کے درمیان تنازعات کے تصفیے یا تجارتی یادیگر خیرسگالی کے معاملات میں ایلچیوں یا سفارتی نمائندوں کی آمدورفت کا سلسلہ قائم ہے۔ ریاستوں کو اپنے عوام کی زندگی کی بہتر تعمیر کیلئے ترقیاتی منصوبہ بندی میں دوسروں کے تعاون و امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔مذہبی

عقائد کی ہم آہنگی اور سماجی و ثقافتی اداروں کے نمائندوں کی آمدورفت نے تعلقات کو دن بدن مستحکم کیا۔ بین الممالک تعلقات ایک ریاست اس لئے استوار کرتی ہے تاکہ وہ اپنے وجود اور سالمیت کو برقرار رکھ سکے اور قومی وقار اور معیشت کے مفادات کو فروغ دے سکے۔

بلادِ اسلامیہ سے تعلقات: بین الممالک کے سلسلے میں مملکت پاکستان نظریۂ پاکستان کے اصولوں پر عمل پیرا ہے۔ چنانچہ اسلامی ملکوں کے ساتھ بالخصوص اور دنیا کے دوسرے ممالک کے ساتھ بالعموم خوشگوار تعلقات ہماری ملکی سالمیت و دفاع اور معاشی ترقی وخوشحالی کیلئے نہایت ضروری ہیں۔

آج چالیس سے زائد اسلامی ریاستیں دنیا کے نقشے پر موجود ہیں جو مذہبی، جغرافیائی تاریخی اور تہذیبی و ثقافتی رشتوں میں منسلک ہیں۔ ان تمام ریاستوں کے افراد ایک قوم اور امت واحدہ ہیں۔ اسلامی عقیدہ، اسلامی شریعت اور اسلامی اخوت نے ان کو ایک رشتہ میں پیوست کیا ہوا ہے۔ اکثر اسلامی ممالک جغرافیائی طور پر ایک دوسرے سے زنجیر کی کڑیوں کی طرح منسلک ہیں۔ یہ جغرافیائی قرب مسلم ممالک کے استحکام و ترقی اور اتحاد و سالمیت کی ضمانت بن سکتا ہے لیکن بد قسمتی سے وہ داخلی انتشار اور باہمی جھگڑوں کے باعث اپنی اس جغرافیائی پوزیشن سے استفادہ نہیں کرسکتے۔ چنانچہ اس انتشار اور باہمی جھگڑوں کو ختم کر کے اسلامی بھائی چارے اور باہمی صلح وصفائی کے زریں اسلامی اصول اپنانا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

انما المؤمنون اخوة فاصلحوابين اخويكم واتقواالله لعلكم ترحمون (۷۷)

بیشک تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مسلمانوں کو بین الاقوامی میدان میں اہم نمائندگی حاصل ہے اور وہ اقوام عالم کے رہبر اور رہنما بننے کی بجائے ان کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ اگر عالم اسلامی ایک مشترکہ مقصد کو اپنا نصب العین بنا لے تو تمام عالمی معاملات میں ان کا وجود ایک فعال قوت ثابت ہوسکتا ہے۔ معاشی میدان میں بھی اسلامی ممالک کو دوسرے ممالک پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ عالم اسلامی قدرتی دولت کے ذخائر و مصادر سے مالامال ہے۔ بعض ممالک میں تو

قدرتی گیس، معدنی تیل، فولاد اور دوسری قیمتی معدنیات کی بڑی بڑی کانیں موجود ہیں حتیٰ کہ یورنیم جو موجودہ زمانے کی قیمتی معدنی پیداوار ہے اور ایٹمی توانائی حاصل کرنے میں استعمال ہوتی ہے۔ کافی مقدار میں اسلامی ممالک میں موجود ہے جن کی بدولت ہم دفاعی یا بھاری صنعتیں قائم کر کے جنگی اسلحہ کی ضروریات پوری کرسکتے ہیں اسلحہ کی بھیک مانگنے کی بجائے اسلحہ ساز فیکٹریاں قائم کر کے ترقی یافتہ قوموں کی صفوں میں کھڑے ہوسکتے ہیں۔ یہ خود کفالت اسی وقت ممکن ہے جب عالمِ اسلامی کے درمیان باہمی تعاون کا جذبہ موجزن ہو جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان (۷۸)

"نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔ پاکستان کے شروع سے تمام اسلامی ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم ہیں۔ ماضی میں پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والی جنگوں کے دوران اسلامی ممالک نے سفارتی اور اخلاقی لحاظ سے پاکستان کی مدد کی اور اس کے بعد جب بھی اس کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہوا تو اسلامی ممالک کے بعض فرمانرواؤں کی ذاتی کوششوں سے ہماری ملکی سالمیت محفوظ رہی اور یہ اسلامی اخوت و بھائی چارے کا عملی مظاہرہ تھا جس کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

المسلم اخوالمسلم لا یظلمه ولا یسلمه (۷۹)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر خود ظلم کرتا ہے اور نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے۔

جموں و کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضے سے پاکستان کی سالمیت کو خطرات لاحق ہیں اور جب تک تنازعہ کشمیر کا منصفانہ حل نہیں ہوجاتا دونوں ممالک کے درمیان سرحدی کشیدگی قائم رہے گی کیونکہ کشمیری مسلمان ہمارے وجود کا حصہ ہیں۔ چنانچہ عالمِ اسلامی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس تنازعے کے حل کیلئے بھارت پر دباؤ ڈالیں کیونکہ دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والی مسلم اقلیتیں ہماری حمایت و نصرت کی مستحق ہیں اور ہم پر لازم ہے کہ ہم کمزوروں کی ہر ممکن قوت کے ساتھ امداد کریں۔ خواہ انہیں اغیار کی سرکشی اور ظلم و تعدی سے نجات دلانے کیلئے حکم الٰہی کے مطابق ہتھیار ہی کیوں نہ اٹھانے پڑیں۔

ومالکم لا تقاتلون فی سبیل الله والمستضعفین من الرجال والنساء

والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا (۸۰)
اور تمہیں کیا ہوا کہ خدا کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی کے ظالموں سے نجات دلا۔

غیر مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات

دوسرے ترقی پذیر ممالک کی طرح پاکستان کی قومی ضروریات کا یہ تقاضا ہے کہ وہ دوسری اقوام کے ساتھ ایسے تعلقات وروابط استوار کرے جس سے اس کی سالمیت اوردفاع مضبوط ہواوراہل پاکستان کی معاشی ترقی وخوشحالی کاحصول یقینی بنایاجاسکے۔غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کے سلسلے میں اسلام رواداری اور حسنِ اخلاق کا درس دیتا ہے لیکن ان کے ساتھ دوستی اور محبت رکھنے کی اجازت بالکل نہیں دیتا۔قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر ان سے دوستی کی ممانعت کے احکامات موجود ہیں۔ایک جگہ پر قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لایتخذالمؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شئی الا ان تتقوا منھم تقۃ ویحذرکم اللہ نفسہ والی اللہالمصیر (۸۱)

مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس سے خدا کا کچھ(عہد) نہیں ہاں اگر اس طریق سے تم ان (کے شر)سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو(تو مضائقہ نہیں)اور خدا تم کو اپنے (غضب)سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف (تم کو)لوٹ کر جانا ہے۔

کفار کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کے ضمن میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہ مضمون بہت سی آیات قرآنیہ میں مجمل اور مفصل مذکور ہے جس میں مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ موالات اور دوستی اور محبت سے شدت کے ساتھ روکا گیا ہے۔ان تصریحات کو دیکھ کر حقیقت حال سے ناواقف غیر مسلموں کو تو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب میں غیر مسلموں سے کسی قسم کی رواداری اور تعلق کی بلکہ حسن اخلاق کی بھی کوئی گنجائش نہیں اور دوسری طرف اس کے بالمقابل جب قرآن کی بہت سی آیات سے اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات اور عمل سے خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے

تعامل سے غیر مسلموں کے ساتھ احسان وسلوک اور ہمدردی و غمخواری کے احکام اور ایسے ایسے واقعات ثابت ہوتے ہیں جن کی مثالیں دنیا کی اقوام میں ملنا مشکل ہیں تو ایک سطحی نظر رکھنے والے مسلمان کو بھی اس جگہ قرآن وسنت کے احکام و ارشادات میں باہم تعارض اور تصادم محسوس ہونے لگتا ہے مگر یہ دونوں خیال قرآن کی حقیقی تعلیمات پر طائرانہ نظر اور ناقص تحقیق کا نتیجہ ہوتے ہیں۔اگر مختلف مقامات سے قرآن کی آیات کو جو اس معاملہ سے متعلق ہیں جمع کر کے غور کیا جائے تو نہ غیر مسلموں کیلئے وجہِ شکایت باقی رہتی ہے نہ آیات وروایات میں کسی قسم کا تعارض باقی رہتا ہے اس لئے اس مقام کی پوری تشریح کردی جاتی ہے جس سے موالات اور احسان وسلوک یا ہمدردی و غمخواری میں باہمی فرق اور ہر ایک کی حقیقت بھی معلوم ہوجائے گی اور یہ بھی کہ ان میں کون سا درجہ جائز ہے کون سا ناجائز ہے۔ اس کی وجوہ کیا ہیں۔ بات یہ ہے کہ دو شخصوں یا دو جماعتوں میں تعلقات کے مختلف درجات ہوتے ہیں ایک درجہ تعلق کا قلبی موالات یا دلی محبت ومودّت ہے یہ صرف مومنین کے ساتھ مخصوص ہے غیر مؤمن کے ساتھ مومن کا یہ تعلق کسی حال میں قطعاً جائز نہیں۔

دوسرا درجہ مواسات کا ہے جس کے معنی ہمدردی وخیر خواہی اور نفع رسانی کے ہیں یہ بجز کفار اہل حرب کے جو مسلمانوں سے برسرپیکار ہیں، باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔

تیسرا درجہ مدارات کا ہے جس کے معنی ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے ہیں۔ یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے جبکہ اس سے مقصود ان کو دینی نفع پہنچانا ہو یا وہ اپنے مہمان ہوں یا ان کے شر اور ضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو۔ سورۃ آل عمران کی آیت مذکورہ میں "الا ان تتقوا منهم تقٰة" سے یہی درجہ مدارات کا مراد ہے یعنی کافروں سے موالات جائز نہیں مگر ایسی حالت میں جبکہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرنا چاہو اور چونکہ مدارات میں بھی صورت موالات کی ہوتی ہے اس لئے اس کو موالات سے مستثنیٰ قرار دیدیا گیا

چوتھا درجہ معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت و ملازمت اور صنعت وحرفت کے معاملات کیئے جائیں ۔ یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدینؓ اور دوسرے صحابہؓ کا تعامل اس پر شاہد ہے فقہاء نے اسی بنا پر کفار اہل حرب کے ہاتھ اسلحہ

فروخت کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ باقی تجارت وغیرہ کی اجازت ہے اور ان کو اپنا ملازم رکھنا خود ان کے کارخانوں اور اداروں میں ملازم ہونا یہ سب جائز ہے۔

اس تفصیل سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ قلبی اور دلی دوستی و محبت تو کسی کافر کے ساتھ کسی حال میں جائز نہیں اور احسان وہمدردی و نفع رسانی بجز اہل حرب کے اور سب کے ساتھ جائز ہے اسی طرح ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ بھی سب کے ساتھ جائز ہے جبکہ اس کا مقصد مہمان کی خاطرداری یا غیر مسلموں کو اسلامی معلومات اور دینی نفع پہنچانا یا اپنے آپ کو ان کے کسی نقصان وضرر سے بچانا ہو (۸۲)

اسلامی رواداری کے سنہری اصولوں کے پیش نظر پاکستان نے دنیا کے تمام غیر مسلم ممالک سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا۔ بھارت کی جارحیت پسندی نے تو اسے دنیا کی عظیم اور سپر طاقتوں سے اچھے تعلقات قائم کرنا ضروری بنا دیا۔ ان عظیم طاقتوں میں عوامی جمہوریہ چین اور روس ہمارے پڑوس میں واقع ہیں جبکہ امریکہ جغرافیائی فاصلوں کے باوجود بین الاقوامی تعلقات کو متاثر کرنے کی پوزیشن رکھتا ہے۔ چنانچہ ان سپر طاقتوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کی حد تک پاکستان کے مختلف شعبوں میں اقتصادی، دفاعی اور فنی ضرورتوں کو پورا کیا۔

پاکستان اور چین میں نظریاتی تفاوت کے باوجود اچھے تعلقات قائم ہیں جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دونوں میں کسی نے ایک دوسرے پر اپنے نظریات ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی۔ دونوں ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کے اصول پر عمل پیرا ہیں اور ایک دوسرے کی آزادی و جغرافیائی سالمیت کے احترام کی بنیاد پر مشترکہ مفادات و مقاصد کیلئے کوشاں ہیں۔ چین نے پاکستان کے کسی جائز اور منصفانہ مؤقف کی حمایت میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ کشمیری عوام کے حق خوداختیاری پر اس نے پاکستانی مؤقف کی ترجمانی کی۔ چینی ساخت کے ٹینک اور طیارے پاکستان کو مہیا کر کے اس کے دفاع کو مستحکم کیا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والی ماضی کی جنگوں میں بھارت پر سیاسی دباؤ ڈال کر یہ باور کرا دیا کہ دونوں ممالک کے تعلقات مضبوط اور لازوال ہیں۔

روس اور امریکہ کے ساتھ پاکستان کے تعلقات ہمیشہ اتار چڑھاؤ کا شکار رہے ہیں۔ دفاعی معاہدوں میں امریکہ کے ساتھ پاکستان کی شرکت نے روس کو برہم کر دیا جس کی وجہ سے اس

نے مسئلہ کشمیر کو سلامتی کونسل میں ویٹو کردیا۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں روس نے پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ بند کرنے کی غرض سے معاہدہ تاشقند سے حل کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ پھر سقوط ڈھاکہ کا عمل آسان بنانے کی خاطر مشرقی پاکستان کے علیحدگی پسندوں کو روس کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ ملک کی اقتصادی حالت سدھارنے اور بھارت کے جارحانہ عزائم کو ناکام بنانے کی خاطر پاکستان کا جھکاؤ امریکہ کی طرف تھا۔ پاکستان امریکہ کے ساتھ دفاعی معاہدوں میں بھی اسی لئے شریک ہوا تاکہ وہ اپنی ملکی سرحدوں کو محفوظ بناسکے لیکن اس کے باوجود امریکہ نے پاکستان کی کوئی مدد نہ کی بلکہ ہمیشہ بھارت کی پشت پناہی کو اولیت دی۔ امریکہ نے جو دنیا میں حقیقی اور پائدار امن کا داعی ہے اور مظلوم عوام کے حق خودارادیت کا علمبردار ہے۔ مظلوم کشمیری عوام کو حق خوداختیاری دلانے میں ٹال مٹول کر کے عملاً اپنے اصولوں سے انحراف کیا ہے۔ امریکہ کے قول وفعل میں تضاد کی پالیسی سے پاکستان اور بھارت کے درمیان پائدار امن کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سپر طاقتوں کے نزدیک عہدوپیمان اور اصولوں کی کوئی قدرومنزلت نہیں۔ انہیں صرف اپنے مفادات سے محبت ہے۔ فاعتبروایا اولی الابصار.

حوالہ جات

(۱) سورۃ یوسف: ۴۰

(۲) ہمارا پاکستان، خالد شبیر احمد، جدید بک ڈپو، اردو بازار لاہور ص: ۹۷

(۳) سورۃ آل عمران: ۱۹

(۴) سورۃ: آل عمران: ۸۵

(۵) سورۃ المائدہ: ۳

(۶) اسلامی نظریۂ حیات مؤلفہ خورشید احمد ص: ۴ شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی۔

(۷) سورۃ الحجرات: ۱۵

(۸) مشکواۃ المصابیح، جلد دوم، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص: ۴۲۵، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

(۹) ایضاً

(۱۰) سورۃ البقرہ: ۲۰۸

(۱۱) سورۃ العصر: ۱ تا ۴

(۱۲) سورۃ الماعون: ۱ تا ۷

(۱۳) اسلامی معاشرے کی تعمیر نو، از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ص: ۲۶-۲۷، مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔

(۱۴) سورۃ الحج: ۴۱

(۱۵) اسلامی معاشرے کی تعمیر نو، از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ص: ۲۸، مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔

(۱۶) سورۃ آل عمران: ۱۰۳

(۱۷) سورۃ البقرہ: ۱۰۹

(۱۸) سورۃ آل عمران: ۱۴۹-۱۵۰

(۱۹) سورۃ النساء: ۸۹
(۲۰) سورۃ آل عمران: ۱۱۸
(۲۱) مشکواۃ المصابیح (مترجم) جلد دوم، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم ص: ۴۰۶، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور۔
(۲۲) سورۃ النور: ۳۰-۳۱)
(۲۳) سورۃ الاحزاب: ۳۲
(۲۴) سورۃ الاعراف: ۳۳
(۲۵) سورۃ النور: ۱۹
(۲۶) تفہیم القرآن، مولانا مودودی، جلد چہارم ص: ۳۷۰-۳۷۱، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔
(۲۷) ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، جلد سوم ص: ۳۰۳ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔
(۲۸) اصلاح معاشرہ، از مولانا تقی عثمانی ص: ۱۰-۱۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی۔
(۲۹) اصلاح معاشرہ، از مولانا تقی عثمانی ص: ۱۴-۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی۔
(۳۰) فتح القدیر للشوکانی جلد دوم، ص: ۳۶۳ بحوالہ معروف ومنکر سید جلال الدین عمری ص: ۵۰ مطبع اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔
(۳۱) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جلد چہارم ص: ۴۹، بحوالہ معروف ومنکر سید جلال الدین عمری ص: ۳۲۵
(۳۲) فتح القدیر، جلد اول ص: ۳۳۷ بحوالہ معروف ومنکر ص: ۵۴
(۳۳) مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ جلد چہارم ص: ۱۸۱ بحوالہ معروف ومنکر ص: ۵۵
(۳۴) سورۃ الحج: ۴۱
(۳۵) فتح البیان فی مقاصد القرآن جلد ۶، ص: ۱۹۳ بحوالہ معروف ومنکر ص: ۱۸۷
(۳۶) الحسبہ فی الاسلام ص: ۳۷ بحوالہ معروف ومنکر ص: ۱۸۷
(۳۷) تفصیلی معلومات کیلئے ملاحظہ ہو "اصلاح معاشرہ" از مولانا تقی عثمانی ص: ۱۳۱ تا ۱۵۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی۔

(۳۸) سورۃ المائدہ: ۲

(۳۹) مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم، کتاب جہاد ص: ۱۸۳، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور۔

(۴۰) سورۃ الحج: ۳۲

(۴۱) سورۃ فاطر: ۴۳

(۴۲) سورۃ الانفال: ۵۳

(۴۳) سورۃ الرعد: ۱۱

(۴۴) سورۃ ابراھیم: ۷

(۴۵) سورۃ البقرہ: ۱۹۰-۱۹۴

(۴۶) بدائع الصنائع جلد ۳ ص: ۲۴۰ بحوالہ الجہاد فی الاسلام ص: ۵۹

(۴۷) شامی جلد ۳ ص: ۲۴۰ بحوالہ الجہاد فی الاسلام ص: ۵۹

(۴۸) مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الجہاد ص: ۱۷۸، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور۔

(۴۹) سورۃ الانفال: ۶۰

(۵۰) تفہیم القرآن للمودودی، جلد دوم ص: ۱۱۵-۱۵۶، ادارہ ترجمان القرآن لاہور

(۵۱) معارف القرآن، مفتی محمد شفیع جلد چہارم ص: ۲۷۲ ادارہ المعارف کراچی۔

(۵۲) اسلامی معاشرے کی تعمیر نو، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ص: ۲۴۲-۲۴۳

(۵۳) مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، باب اعداد آلۃ الجہاد ص: ۱۹۳ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور

(۵۴) مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم، باب اعداد آلۃ الجہاد ص: ۱۹۴، ناشران قرآن لاہور۔

(۵۵) ایضاً

(۵۶) صحیح بخاری شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر ص: ۹۵، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔

(۵۷) جہاد اسلامی از مولانا خلیل احمد حامدی ص: ۱۷۰، اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔

(۵۸) ایضاً

(۵۹) جہاد اسلامی از مولانا خلیل احمد حامدی ص: ۱۷۰

(۶۰) صحیح بخاری شریف (مترجم) جلد دوم، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ ص: ۹۰

(۶۱) مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الجہاد ص: ۱۷۷، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور۔

(۶۲) مشکواۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الجہاد ص:۱۸۳، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور۔

(۶۳) ایضا

(۶۴) صحیح بخاری شریف، جلد دوم، باب الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ وقاب قوس احدکم من الجنۃ ص:۶۲

(۶۵) ایضا، باب من اغبرت قدمہ فی سبیل اللہ ص:۶۸

(۶۶) مشکواۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الجہاد ص:۱۸۴، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور۔

(۶۷) جہاد اسلامی از مولانا خلیل احمد حامدی ص:۱۷۱

(۶۸) ایضاً

(۶۹) ایضاً

(۷۰) سورۃ النساء:۱۰۲

(۷۱) سورۃ الانفال:۶۵

(۷۲) سورۃ النساء:۷۷-۷۸

(۷۳) سورۃ الحجرات:۱۵

(۷۴) مشکواۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الجہاد ص:۱۸۴، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور۔

(۷۵) مشکواۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الجہاد ص:۱۸۱، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور۔

(۷۶) سورۃ البقرہ:۱۴۳

(۷۷) سورۃ الحجرات:۱۰

(۷۸) سورۃ المائدہ:۲

(۷۹) مشکواۃ المصابیح، جلد دوم، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص:۴۴۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۸۰) سورۃ النساء:۸۰

(۸۱) سورۃ آل عمران:۱۸۱)

(۸۲) معارف القرآن از مفتی محمد شفیع جلد دوم ص:۵۰-۵۱، ادارۃ المعارف کراچی۔